مسلسل اشاعت کے پینتالیس سال

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ الحق

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

539
شعبان رمضان ۱۴۳۱ھ
جولائی 2010

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمدللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباءؒ نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف دو کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباءؒ علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب و اہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ**۔

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یو بی ایل اکوڑہ خٹک 7 -100-0001

نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17 ☆ مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6 - 1120

Email: editor_alhaq@yahoo.com

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد نمبر ---45
شمارہ نمبر ---10
شعبان رمضان ۱۴۳۱ھ
جولائی --- ۲۰۱۰ء

ماہنامہ الحق
اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: ملک کی تاریخ کا بدترین سیلاب ابتلاء' آزمائش یا قدرت کی سرزنش۔ یادگار اسلاف' مردِ درویش مولانا قاضی عبداللطیف صاحبؒ کی جدائی .... مولانا راشد الحق سمیع ۲

قصرِ ختم نبوت کی آخری اینٹ .... حضرت مولانا انوار الحق صاحب ۶

قیامت خیز آفات ونوازل کے وقت ہمارا کردار وعمل .... مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی ۱۳

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا نظریہ عدل .... ڈاکٹر احسان اللہ فہد فلاحی ۱۶

رمضان المبارک کیسے گزاریں؟ .... مولانا حذیفہ وستانوی ۲۸

امریکی جنرل میک کرسٹل کا اصولی اعتراض .... جنرل مرزا اسلم بیگ ۳۹

ماہِ صیام .... (نظم) .... مولانا محمد ابراہیم فانی ۴۲

بزم قاسمیؒ دیوبند کی ایک اور شمع بجھ گئی (مولانا قاضی عبداللطیفؒ) .... مولانا سید محمد یوسف شاہ ۴۳

تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو سہی مسلماں بھی ہو؟ .... مولانا محمد الیاس ندوی ۴۹

مذہبی آزادی۔ بقائے باہم کا ایک درخشاں اصول .... جناب ریحان اختر ۵۴

دارالعلوم کے شب و روز (داخلہ شیڈول۔ دارالعلوم میں متاثرین سیلاب کیلئے امدادی کیمپ۔ وفاق المدارس العربیہ کے سالانہ امتحانات۔ حضرت مہتمم صاحب کی بعض مصروفیات) .... جناب شفیق الدین ۵۹

تعارف تبصرہ کتب .... ادارہ ۶۲

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات وآراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com Fax(0923)630922
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/25 روپے سالانہ -/250' بیرون ملک 25$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک' منظور عام پریس پشاور

کمپوزنگ: بابر حنیف

ذخیرہ لائبریری 17-8-10

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش آغاز

مولانا راشد الحق سمیع

ملک کی تاریخ کا بدترین سیلاب
ابتلاء، آزمائش یا قدرت کی سرزنش

کتنی مشکل زندگی ہے کس قدر آساں ہے موت — گلشنِ ہستی میں مانندِ نسیم ارزاں ہے موت
زلزلے ہیں، بجلیاں ہیں، قحط ہیں، آلام ہیں — کیسی کیسی دخترانِ مادرِ ایام ہیں (اقبالؒ)

بدقسمت سرزمین پاکستان جو آئے روز مختلف بحرانوں آزمائشوں اور قدرتی آفات کی زد میں حکمرانوں کے نامہ اعمال کے باعث وقتاً فوقتاً آتا رہتا ہے۔ جس سے پاکستانی قوم کی مفلسی کے پیراہن میں دن بدن مزید چاک اور پیوند لگتے چلے جارہے ہیں، قوم جو پہلے ہی وادی تیہ میں سرگرداں اور حیراں ماری ماری پھر رہی تھی، پے در پے قدرتی آفات اور خداوند جبار و قہار کی ناراضگی کی وجہ سے اب ایسے مقام پر پہنچ گئی ہے جہاں اس کی تب و تاب، صلاحیتیں، تعمیر و ترقی، خودداری، حمیت بلکہ زندگی اور جینے کی رمق تک اس میں باقی نہیں رہی۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے — مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

ابھی کچھ عرصہ قبل ہی خیبر پختونخوا کی سرزمین ہلاکت خیز زلزلے نے روندھ ڈالی تھی اور ایک لاکھ سے زائد افراد لقمہ اجل بن گئے تھے، ابھی تک زلزلے کے متاثرین کے زخموں کا مداوا نہیں ہوا تھا کہ پھر گزشتہ سال سوات میں نام نہاد آپریشن کی وجہ سے چالیس پچاس لاکھ افراد کو جبری منتقل کردیا گیا اور پوری وادی سوات کو دونوں فریقوں نے تہس نہس کردیا۔ ابھی تو سوات کے زخم بھی مندمل نہیں ہوئے تھے کہ ایک بار پھر ایسی خطرناک قدرتی افتاد نے پختونخوا بلکہ سارے پاکستان کو آناً فاناً اپنی لپیٹ میں لے لیا جس کی مثال ماضی میں نہ پاکستان میں ملتی ہے نہ دنیا کے دیگر ممالک میں۔ دوسرے لفظوں میں اس سیلاب بلا کو طوفانِ نوح ثانی کہا جاسکتا ہے۔ اقوام متحدہ کی ابتدائی رپورٹ کے مطابق دو کروڑ سے زائد افراد اس عظیم سیلاب کی تباہ کاریوں سے متاثر ہوئے ہیں بلکہ ہر دسواں پاکستانی کسی نہ کسی طور سے اس سے متاثر ہوا ہے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق دو ہزار کے لگ بھگ افراد اس سیلاب بلا میں بہہ گئے ہیں۔ لیکن غیر سرکاری اطلاع کے مطابق یہ تعداد پچاس ہزار کے لگ بھگ بنتی ہے۔ خیبر پختونخوا جو اس سیلابِ بلا کا پہلا ہدف تھا جس میں خصوصاً چارسدہ اور ہمارا ڈسٹرکٹ نوشہرہ جس میں اکوڑہ خٹک بھی ہے جو نوشہرہ کے بعد بڑا شہر ہے، سب سے زیادہ

پاکستان میں متاثر ہوئے ہیں۔ راتوں رات دریائے کابل میں ایسی طغیانی آئی کہ جب صبح لوگوں نے دیکھا اور محسوس کیا تو اپنے اردگرد سمندر کی بلاخیز موجوں کے درمیان پایا۔ سیلاب کے پانی نے گھنٹوں میں علاقے، شہر، دیہات اور لاکھوں گھروں کو آنِ واحد میں غرق و تباہ کردیا اور لاکھوں انسان ہمیشہ کے لئے اپنے جنت نما گھروں سے خیموں میں پہنچ گئے۔ اور سینکڑوں ماؤں سے جگر گوشوں کو زہریلے پانی نے اچک کر چھین لئے۔ اور کئی جگہ تو خاندان کے خاندان سیلاب کی نذر ہوگئے۔ افراتفری، نفسانفسی اور خوف کا ایسا عالم تھا کہ یوں لگتا تھا کہ نفخ صور کسی نے پھونک دیا ہو اور چند لمحے میں قیامت بپا ہونے والی ہے ___ سیلاب کے نقصانات اور اس کی بربادیوں پر ہر آنکھ میں آنسوؤں اور پانی کا ایک بڑا ریلہ موجود تھا۔ لیکن افسوس کہ چشم سرکار ہمیشہ کی طرح خشک و بنجر ہی رہی۔ چار پانچ دن پختونخوا اور خصوصاً کوڑہ خٹک اور ملحق علاقوں میں نہ حکومت کا کوئی اہل کار نظر آیا نہ افواج پاکستان کے اہل کار اور نہ انتظامیہ۔ اپنی مدد آپ خلق خدا ایک دوسرے کا مداوا کر رہی تھی۔ ادھر قوم ڈوب رہی تھی بلکہ انسانیت غوطے کھا رہی تھی اور ملک پاکستان پر ایسی اُفتاد آن پڑی تھی کہ چشم فلک نے شاید ہی طوفان نوح کے بعد اتنا خطرناک منظر پہلے کبھی دیکھا ہو۔ پھر ایسے لمحات میں پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین اور صدر پاکستان آصف علی زرداری یورپ کے ذاتی اور تفریحی دورے پر چل پڑے۔ (''روم'' ڈوب رہا تھا اور زرداری فرانس کے ساحلوں میں بیٹھ کر بانسری بجاتے ہوئے یہ نظارے کر رہا تھا) اور فرانس اور انگلینڈ کے ذاتی محلات میں آپ عیاشیوں میں ڈوب گئے۔ شاید قدرت بھی پاکستانی عوام کو بار بار اسی لئے اپنی ابتلاء میں دھکیل رہی ہے کہ وہ گزشتہ ساٹھ سالوں سے انہی مکار و عیار اور کرپٹ بے دین سیاستدانوں کو بار بار اپنے اوپر مسلط کر رہی ہے۔ قوم میں کوئی شعور اور قوت فیصلہ ساٹھ سالوں میں پیدا نہ ہوا۔ وہ بار بار ایک ہی سوراخ سے ڈسی جا رہی ہے، انہیں اپنے سود وزیاں اور مستقبل سے کوئی سروکار نہیں۔ (کبھی وہ جئے بھٹو کا نعرہ لگاتی ہے تو کبھی میاں کے نعرے وجیں گے۔ اور کبھی پختونوں کے نام نہاد حقوق کے نعروں پر ناچی ہے۔) اسی لئے ماہر نباض اور دانشور یہ پیشگوئی کر رہے ہیں کہ مستقبل میں بھی پاکستانی قوم مزید سو بار اسی اژدھا سے اپنے آپ کو ڈسوائے گی۔ اب جب قوم کو خود ہی اپنے مٹنے مرنے اور تباہ ہونے کا احساس نہ ہو تو کیونکر خداوند تعالیٰ بھی ان کی حالتِ زار پر توجہ فرمائے؟ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ہمارے اپنے ہی اعمال بد، اخلاق قبیحہ اور انفرادی و قومی کج شعوری نے ہی ہمیں یہ روز بد دکھایا ہے۔ اسی لئے عقل کے اندھوں، کانوں اور بہروں کیلئے ہمیشہ ٹھوکریں ہی ان کا نصیب ہوتی ہیں۔ ہم نے بحیثیت قوم ان تریسٹھ سالوں میں اپنی عظیم آزادی کی کوئی قدر نہیں کی۔ پاکستان جو قدرت کا ایک انمول تحفہ بلکہ معجزہ خداوندی تھا، اور خون صد ہزار انجم سے پیدا پاکیزہ سحر تھی، اسے ہم نے اپنے نامہ اعمال کی سیاہیوں سے ظلمت شب میں بدل دیا۔

بدقسمت پاکستان کو حکمرانوں اور عوام دونوں نے اس بیدردی کیساتھ نوچا اور لوٹا کہ آج اقوام عالم میں ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل اور اہل نہیں رہے پھر خصوصاً گزشتہ دس سالوں سے نام نہاد دہشتگردی کی جنگ میں

حکمرانوں اور فوج نے امریکہ اور مغرب کیساتھ مل کر جو شرمناک کردار ادا کیا ہے اور اپنی ساری حمیت اور خودداری امریکی ڈالروں کے عوض فروخت کردی ہے۔ یہ عتاباتِ خداوندی اسی کا مظہر ہیں۔ جس زمین پر اپنے ہی مسلمان بھائیوں کا خون دونوں طرف سے روزانہ بہایا جارہا ہو اس خون کے دھبوں کو دھونے کیلئے شاید پانی کے ایک بڑے سیلاب کی ضرورت تھی ۔ میں اگر کچھ سوختہ ساماں ہوں تو یہ روزِ سیاہ خود دکھایا ہے مرے گھر کے چراغاں نے مجھے

طرفہ تماشہ یہ کہ ملک وملت کو امریکی غلامی کا کوئی احساس بھی اب نہ رہا' وہ عیش وراحت اور مادی ضرورتوں کے ایسے مخمل وکمخواب میں مدہوش ہوگئے ہیں کہ ان کو ایسے عظیم سیلاب بھی نہ جگا سکتے ہیں اور نہ ہلا سکتے ہیں۔ شاید حکمران اور قوم اتنے زیادہ بہرے ہوگئے ہیں کہ ڈر یہ ہے کہ صورِ اسرافیل بھی بڑی مشکل سے ان کی غفلت' مستی' مدہوشی اور خوابِ خرگوشی کو توڑ سکے۔ ____ بہرحال دارالعلوم حقانیہ نے الحمدللہ حسب سابق اپنے مسلم بھائیوں کے لئے دارالعلوم کے تمام ہاسٹلز' اساتذہ کے کوارٹرز' مہمان خانے' درسگاہیں اور سکول کے تمام کمرے پہلے ہی دن کھول دیئے' اور لٹے پٹے لوگوں کے لئے دو وقت کے کھانے' پینے کا صاف پانی اور خصوصاً جنریٹرز کی موجودگی کی وجہ سے بجلی کی سہولیات بھی ہزاروں مستحقین کے لئے وقف کردیں۔ اور خصوصاً سیلاب کے بعد وبائی امراض کی کثرت کی وجہ سے ایک بڑا میڈیکل کیمپ بھی دارالعلوم میں قائم ہے جو روزانہ پانچ سو متاثرین کو مفت طبی معائنہ اور ادویات فراہم کررہا ہے۔ الحمدللہ آج سترہ دن ہوچکے ہیں اور ہزاروں متاثرین کو دارالعلوم نے بہ نصرت خداوندی پناہ دی ہوئی ہے۔ اس کیساتھ ساتھ اکوڑہ خٹک کے ملحقہ علاقوں میں بھی میڈیکل کیمپس اور خشک غذائی اجناس بھیجی جارہی ہیں۔ اب سب سے زیادہ اہم کام ان علاقوں میں غریبوں کے تباہ حال گھروں کی تعمیر نو کا مرحلہ ہے جو نااہل اور کرپٹ حکومت کے بس کی بات نہیں۔ اہل خیر حضرات سے دلی گزارش ہے کہ وہ خود ان علاقوں میں آئیں اور غریبوں کے جھونپڑوں کی تعمیر نو میں انکا بھرپور ساتھ دیں۔

یادگارِ اسلاف' مردِ درویش مولانا قاضی عبداللطیف صاحبؒ کی جدائی

گزشتہ دنوں پاکستان اور خصوصاً صوبہ پختونخوا سے ایک ایسی بڑی ہستی ہم سے ہمیشہ کے لئے اٹھ گئی جس کی تلاش میں ایک نہیں ہزاروں سورج بھی جلا کر ڈھونڈنے نکلیں تو اس کا ملنا اب محال ہے۔

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

وضع داری' وفاشعاری اور اصول پرستی اس ہردلعزیز شخصیت کے ایسے منفرد عناصر ترکیبی تھے جس سے آج کے زمانے کے لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کے پیکر خالی ہیں۔ حضرت قاضی عبداللطیفؒ ایسی روشن شمع محفل تھی جو جس

بزم میں گئی ساری انجمن کی رونقیں اسی شخصیت کے ارد گرد منتقل ہو جاتیں ۔ خدا نے ایسا نورانی چہرہ عطا فرمایا تھا کہ آپ کو دیکھ کر خداوند کا جمال اور اس کی کبریائی اور عظمت انسان کے سامنے اور نکھر جاتی ۔ شخصیت ایسی جاذب نظر کہ ہر آنکھ اور ہر نظر آپ کی گرویدہ اور معتقد ہو جاتی ۔ سنجیدگی، وقار و تمکنت آپ کی شخصیت کا نمایاں پہلو تھا ۔ چشمہ علم و ہدایت دار العلوم دیوبند سے فیض حاصل کیا ۔ پھر اپنے عظیم علمی ادارے نجم المدارس کلاچی سے درس و تدریس سے وابستہ ہو گئے ۔ پھر جب جمعیت علماء اسلام کی تشکیل نو ہو رہی تھی تو حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے شانہ بشانہ آپ کھڑے ہو گئے اور حضرت مولانا مفتی محمودؒ بھی آپ کی خداداد صلاحیتوں کے ایسے قائل ہو گئے کہ دن رات سفر و حضر میں آپ انکے ساتھ رہنے لگے ۔ اور ڈیرہ اسماعیل خان اور ملحقہ علاقوں میں حضرت قاضی عبداللطیفؒ نے حضرت مولانا مفتی محمودؒ کا ابتدائے سیاست اور انتخابات میں بھرپور ساتھ دیا ۔ پھر جب بعد میں جمعیت علماء اسلام نظریات کی بنیاد پر تقسیم ہو گئی تو آپ نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ کا بھرپور ساتھ دیا ۔ آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ جمعیت کے اس حصے کو میں اکابرین کے حقیقی نظریات اور سیاست برائے عبادت کا امین سمجھتا ہوں ۔ اور آخر تک آپ جمعیت علماء اسلام (س) سے وابستہ رہے ۔ درمیان میں کئی مشکل مرحلے آئے، بڑے بڑے استقامت کے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے لیکن آپ کے پایہ استقامت میں آخر تک کوئی لغزش نہ آئی ۔ جس اصولی مؤقف پر پہلے دن قائم تھے اس پر تیس سال بعد بھی قائم و دائم رہے ۔ زندگی کا اکثر حصہ پارلیمان میں گزرا ۔ سیاست کے قعر دریا میں پھنسے رہے ۔ ضیاء الحق اور نواز شریف جیسے حکمران اور بیوروکریٹ آپ کی جیب میں رہے لیکن خودداری، قناعت اور درویشانہ فطرت پر ذاتی مفادات اور حصول زر کی ہوس کبھی غالب نہ ہوئی الغرض دامن کو تر ہونے سے بچا کے رکھا ۔ راقم کی رائے میں ساری پاکستانی پارلیمانی تاریخ میں دیانتداری کی اپنی مثال آپ تھے، جنہوں نے اپنے پیش رو مرد قلندر مولانا غلام غوث ہزاروی مرحوم کی روایات کو قائم رکھا ۔ تیس سال میں وقفے وقفے سے حکومت کے اعلیٰ ترین اداروں میں خدمات سرانجام دیں لیکن کچے مکان سے پکے مکان میں منتقل نہ ہوئے، نہ کبھی اپنی ذاتی گاڑی کے مستقل مالک بنے ۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کے فلسفہ کے جیتی جاگتی تصویر تھے ۔ سیاست آپکا اصل میدان اور اصل موضوع تھا ۔ عمر بھر اسی دشت کی سیاحی میں آبلہ پائی کی لیکن کبھی میکاؤلی والی سیاست اور سیاست برائے سیاست کے قائل نہ ہوئے ۔ اپنے مشن کے ساتھ انتہائی حد تک مخلص رہے ۔ تا عمر سیاست کو عبادت سمجھ کر کرتے رہے ۔ شریعت بل حضرت والد صاحب مدظلہ کے ساتھ مل کر آپ نے سینٹ میں پیش کیا ۔ اس کی ترتیب و تدوین میں آپ نے بڑی جانفشانی، تحقیق و جستجو اور اپنے عمیق علم اور مطالعہ سے کام لیا ۔ اسکے علاوہ مجلس شوریٰ اور سینٹ میں آپ ہر اجلاس کے موقع پر کچھ نہ کچھ ملک و ملت کی بہتری کیلئے پیش کرتے ۔ آپ کی جدائی سے جہاں حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب دامت برکاتہم اور ان کے اہل خاندان کو صدمہ پہنچا ہے وہیں جمعیت علماء اسلام اور دار العلوم حقانیہ بھی برابر اس عظیم غم میں تعزیت کے مستحق ہیں ۔

سلسلہ خطبات جمعہ از: شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب

قصرِ ختم نبوت کی آخری اینٹ

ختم نبوت کا واضح اعلان، تحفظ ختم نبوت کی اہمیت اور غلام احمد قادیانی کا داعوائے نبوت

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فعن انسؓ بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولانبی الحدیث۔ (ترمذی، ج ۲)

ترجمہ: بے شک رسالت اور نبوت دونوں منقطع ہو چکی ہیں لہٰذا میرے بعد نہ کوئی نبی ہے اور نہ رسول۔

نبوت کا جھوٹا دعویدار:

محترم حاضرین! گزشتہ جمعہ کے دن میں نے آپ کو قادیانی فتنہ اس کے بانی اور اس کے مقربین کے بعض فاسد اقوال وعقائد کا ذکر کیا تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے آنحضرت ﷺ کی عظمت، ناموس، عزت ومقام پر ناکام حملے کی جو گمراہ کن سازش کی۔ ختم نبوت کا انکار اور خود نبوت کا دعویدار ہونا اسی سازش کی کڑیاں تھیں۔

مرزا قادیانی کے مختلف روپ:

اپنے شیطانی عزائم کی تکمیل کے لئے بھی اپنے آپ کو مبلغ، اسلام کا خادم ثابت کرنے کی کوشش کرتا اور اپنے آپ کو پاک ومقدس شخصیت کی حیثیت سے کثرت سے الہام، کشف، کرامات، رب العالمین کے ساتھ مکالمات کے دعوی کرنا تو اس کا معمول بن گیا تھا اپنے آپ کو ایک اہم دینی حیثیت اور شخصیت تک پہونچانے کے لئے بعض لغو دعوے کئے کہ میں خود کو اس خدمت کیلئے اللہ کی طرف سے مامور سمجھتا ہوں اور کہنے لگا کہ میں مجدد، مثیل مسیح ہوں۔ نیز جس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت سے پہلے دنیا میں آنے کی خبر قرآن وحدیث میں دی گئی ہے، مرزا نے کہا وہ میں ہوں۔ آخر کار بات یہاں پہونچی کہ نبی اور رسول ہونے کا دعوی کر بیٹھا۔ سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ اور دام فریب میں پھنسانے کے لئے انتہائی مکاری اور عیاری سے آہستہ آہستہ مختلف روپ بدلتا رہا۔ گستاخی اور توہین رسالت کرنے میں اس حد تک پہونچا کہ اپنے آپ کو چودھویں رات کی چاند اور آنحضرت ﷺ کو پہلی رات کی چاند سے تشبیہ دے کر یہاں تک کہ ایک غیر متوازن عقل سے عاری شخص کی حیثیت سے کہہ دیتا کہ عیسیٰ بن مریم کون ہے جو میرے منبر پر قدم رکھ

سکے گا۔ وہ ہمیشہ نیم خواندگی' بیماری اور خود پرستی جیسے اوصاف مذمومہ میں مبتلا رہا کبھی ظلی نبی اور کبھی بروزی جب پینترا بدلا تشریعی نبی بن گیا دل نے جب چاہا غیر تشریعی ہونے کا علم بلند کر دیا۔ ختم نبوت پر جان قربان کرنے والوں کی مخالفت اور اعتراضات کے خوف سے ایک امّی نبی ہونے کے دعوی سے بھی نہ شرماتا۔

حیوانات کی ختم نبوت پر شہادت:

وہ کفری طاقتوں کی ایماء اور پشت پناہی پر ایسا عقلی طور پر اندھا ہو گیا کہ اسے اتنا شعور بھی نہ رہا کہ امام الانبیا کی ختم نبوت کی گواہی آنحضرت ﷺ کے اعجاز کے طور پر انسان تو کیا حیوانات نے بھی دی ہے۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ایک موقع پر ایک دیہاتی کو اسلام لانے کی دعوت دی' اتفاق سے وہاں ایک گوہ جسے ہم پشتو میں (سمسرہ) کہتے ہیں موجود تھا اس دیہاتی نے کہا کہ جب تک یہ گوہ آپ کی نبوت کی گواہی نہ دے میں آپ پر ایمان نہیں لاسکتا۔ آنحضرت ﷺ نے اس گوہ کو فرمایا میں کون ہوں۔ گوہ نے انتہائی فصیح عربی میں یہ جواب دیا جسے وہاں تمام موجود لوگ سمجھ رہے تھے۔

لبیک وسعدیک یارسول الله رب العالمین . من تعبد فقال الذی فی السما عرشه وفی ارض سلطانه وفی البحر سبیله ' وفی الجنة رحمته . وفی النار عذابه قال فمن انا؟ قال انت رسول رب العالمین و خاتم النبین (اخرجه الطبرانی ' خصائص النبی ج۲' ص ۱۷۹)

اس گوہ نے کہا اے رب العالمین کے رسول میں حاضر ہوں' آپ کی تابعدار ہوں۔ رحمۃ دو عالم ﷺ نے فرمایا تو کس کے نام کی تسبیح کرتی ہے گوہ نے جواب دیا جس کا عرش آسمانوں پر ہے اور جس کا حکم زمین پر چلتا ہے جس نے سمندر میں راستے بنا دیئے جس کے رحمت کے مظاہر جنت اور جہنم ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا میں کون ہوں گوہ نے جواب دیا آپ جہانوں کے پروردگار کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

معجزات نبوی:

محترم حاضرین! ایسے امور خوارق للعادۃ جو نبوت کے دعوی کے ساتھ ہوں جن کو معجزہ کہا جاتا ہے بے شمار آنحضرت ﷺ کے ذریعہ ظاہر ہوئے۔ گوہ کا جواب اور نبوت کی گواہی کوئی ایسی بات نہیں جو عقل سے ماورا ہو۔ اسطوانہ حنانہ کا واقعہ آپ کئی بار سن چکے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ابتدائی دور میں کھجور کے ایک خشک تنے کو ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے یہ وہ زمانہ تھا' جب منبر موجود نہ تھا۔ منبر بننے پر جب آپ ﷺ ستون کی بجائے منبر ہی پر خطبہ دینے لگے تو وہ بظاہر بے جان اور خشک ستون حضور ﷺ سے قرب کی سعادت سے محرومی پر بلک بلک کر رونے لگا' وجہ آنحضرت ﷺ نے خود بیان فرمائی۔ **وقال بکت علی ما کانت تسمع من الذکر** کہ یہ (خشک) ستون اس وجہ سے رویا کہ (اللہ کا) جو ذکر سنتا تھا اس سے محروم ہوا۔

کھجور کے تنے کا گریہ:

محترم سامعین وہ تنا اس قدر شدت سے رو رہا تھا کہ حضرت جابرؓ کے بقول قریب تھا کہ وہ رونے کی شدت اور اذیت سے پھٹ جاتا۔ اسی لئے حضورﷺ منبر سے اتر کر تنے کے پاس تشریف لائے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر گلے لگایا (جیسے بچہ اور بچی کو رونے سے بچانے کے لئے ماں باپ اس کے گرد ہاتھوں کا گھیرا ڈال کر اپنے گلے سے لگاتے ہیں) تب اس ستون کو قرار آیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حسن بصریؒ اس حدیث طیبہ کو بیان کرتے وقت رو کر فرماتے کہ کھجور کا ایک خشک، بے جان و بے شعور ستون جب حضور کے فراق اور اللہ کے ذکر سے دوری پر اتنا بے قرار و بے چین ہے، تو حضرت انسان جسے اللہ نے اپنے اعلیٰ ترین صفت علم و شعور سے نوازا ہے۔ حضرت محمدﷺ کے شوق ملاقات اور اللہ کے ذکر کے لئے اس سے کہیں زیادہ بے قرار ہونا چاہیے۔

دست نبوت میں طعام کی تسبیح:

انگریزوں کے مفادات کی نگہ دار جماعت اور اس کے نام نہاد دانشوروں کی حیوانات کی گواہی کے بارہ میں بغض و عناد پر مبنی تردد کے ازالہ کے لئے ان کے مدنظر یہ بھی رہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے آنحضرتﷺ کے معجزات کے ضمن میں کھانے سے تسبیح کی آواز آنے کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ حدیث مبارکہ کا آخری حصہ ان الفاظ پر مشتمل ہے: ولقد کنا نسمع تسبیح الطعام وھو یؤکل (رواہ البخاری)

یعنی کھانا کھاتے وقت ہم کھانے کی تسبیح سنتے رہے۔ اس طرح ایک روایت حضرت انسؓ سے بھی مروی ہے کہ ایک دفعہ سرکار دو عالمﷺ نے مٹھی میں سنگریزے اٹھائے جو آپ کے دست مبارک میں اللہ کی پاکی (تسبیح) بیان کرنے لگے اور ہم نے خود ان کی تسبیح سنی۔

مار آستین:

چونکہ ان کے آقاؤں نصاریٰ و یہود کو اسلام کے مقدس مذہب میں نصوص قطعیہ سے ثابت شدہ احکامات اوامر و نواہی سے دشمنی ہے ان کی ناپاک کوشش ہے کہ شریعت مطہرہ مسخ اور منسوخ کر کے نئی شریعت جو ان کے فاسد عقائد کے تابع ہو معرض وجود میں آجائے اپنے مذموم عقائد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اس فرق باطلہ جو ان کے حقیقی نمک خوار ہیں کو مسلمانوں کے لباس میں مار آستین کی حیثیت سے داخل کرنے کی کوشش۔ اسلام دشمنوں کے اسلام کے خلاف جو عزائم، سازشیں ہیں۔ وہی ارادے سو فیصد اس جماعت کے بھی ہیں۔ ان کی تمام تر کوشش کی بنیاد یہی ہے کہ اسلام کا کوئی حکم اپنے اصلی حالت میں نہ رہے۔ کفار ہر دور میں اسلام کے اہم فریضہ ''جذبہ جہاد'' کو مسلمانوں کے دلوں سے نکالنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے تو ان کے اس بغلی بچہ غلام احمد قادیانی نے بھی جہاد کے فریضہ کو منسوخ کر کے حرام قرار دیا۔

جنت کے بدلے جانوں کی خرید:

حالانکہ جہاد کے پاکیزہ فریضہ میں شرکت کرنے والے نفوس قدسیہ یعنی صحابہ کرامؓ کی تعریف فرماتے ہوئے مالک الملک کا ارشاد ہے: **ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنة یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون و یقتلون. (سورة توبہ)**

''اللہ نے مسلمانوں کی جانوں اور مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کے لئے جنت ہے وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں پس وہ قتل کرتے اور (خود بھی) قتل کئے جاتے ہیں۔''

ارشاد ہے: **وقاتلوا المشرکین کافة کما یقاتلونکم کافه واعلموا ان اللہ مع المتقین (سورة توبہ)**

'' تم تمام مشرکوں سے لڑو جیسے وہ تم سب سے لڑتے ہیں اور سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ پاکبازوں کے ساتھ ہے۔''

فرمان الٰہی ہے: **کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم وعسی ان تکرھو شیا وھو خیر لکم وعسیٰ ان تحبوا شیئا وھو شتر لکم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون (سورة بقرہ)**

''تم (لوگوں) پر جہاد فرض کیا گیا اور وہ تمہارے لئے ناگوار ہے اور اس میں کوئی تعجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناگوار جانو کہ درحقیقت وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور شاید تم کسی چیز کو پسند کرو جبکہ وہ تمہارے لئے نقصان کا سبب ہو اور (حقیقت) اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

ارشاد گرامی ہے: **انفروا حفافاً وثقالاً وجاھدوا باموالکم والفسکم فی سبیل اللہ (توبہ)**

''اللہ کے راستے میں ہلکے ہو یا بوجھل نکل جاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو''

قادیانی کا تحریف قرآن:

یہ چند فرمودات الٰہی بطور مثال پیش کئے' ورنہ جہاد کے احکامات' اہمیت اور فضیلت سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ ان واضح اور غیر مبہم آیات کے ہوتے ہوئے کفر و گمراہی کے علمبردار قادیانی فرقہ کے نام ونہاد مفسرین مرزا غلام احمد کے جانشین مرزا بشیر الدین اور مولوی محمد علی اپنے آقاؤں کی خوشنودی کے لئے بے سروپا اور جہل وضلال پر مبنی' غلط تفاسیر کئے۔ جس طرح جن تفاسیر کے صحت پر اجماع امت ہے خرق اجماع کرتے ہوئے ان دین دشمن مفسرین نے "واذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی کے من پسند ترجمے کئے۔

عاشقان ختم نبوت کی سرفروشیاں:

محترم حاضرین۔ یہ علمی بحث ہے' وعظ کے دوران ہر کسی کے لئے اس بحث کا سمجھنا مشکل ہے اس فتنہ نے جب سے سر اٹھایا ہے۔ عاشقان ختم نبوت علماء حق اور دانشوروں نے جلسوں' مناظروں' مباحثوں' تقریروں تصانیف کے ذریعہ مرزا اور اس کے چیلوں کے قلمی وزبانی دعووں' اعلانات واشتہارات کا پوسٹ مارٹم کرکے مرزا کی شخصیت کو

اسلام کے متوالوں کے سامنے بے لباس کر دیا۔ قادیانیت کے رد میں غالباً برصغیر پاک و ہند کے تاریخ میں جتنے تصانیف معرض وجود میں آئے اس کی مثال کسی دوسرے موضوع پر لکھنے والے کتب کی نہیں۔ ان کتب کی فہرست اتنی طویل ہے کہ ان کا شمار کرنا بھی مشکل ہے کیونکہ تعداد سینکڑوں میں نہیں بلکہ ہزاروں تک پہونچ چکی ہے۔ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر اگر چہ ان کے درمیان کئی فروعی اختلافات ہیں مگر مسئلہ ختم نبوت کے نکتہ پر بحمد للہ سب متفق ہیں۔ سب کا ایک ہی نعرۃ وعقیدہ ہے کہ قادیانی غیر مسلم اقلیتی فرقہ ہے۔ مسلمانوں میں قادیانیوں کی حیثیت بالکل واضح اور متعین ہو چکی ہے۔ معمولی عقل و دانش کا مالک بھی سمجھ سکتا ہے کہ ان گمراہوں کی حیثیت مسلمانوں کے اندر کینسر کی پھوڑے کی طرح ہے جس کو جتنا جلد کاٹا جائے اسلام اور مسلمان آپس میں انتشار و افتراق سے محفوظ ہو سکتے ہیں' یہ انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل کا وہ فتنہ ہے جس کی غرض و غایت ہی اپنی دیسی نبوت اور من پسند مذہب کا پرچار کرنا ہے جو خدا اور اس کے رسول کے احکامات و تعلیمات کے منافی اور عقیدہ ختم نبوت کے مخالف نظریات کا حامل ہو۔

عقیدۂ ختم نبوت کی تبلیغ:

محترم سامعین! عقیدہ ختم نبوت کے موضوع پر بحث طوالت اختیار کر چکا ہے کوشش کر رہا ہوں کہ اس مسئلہ کی حقیقت اہمیت آپ کے ذریعہ آپ کے اہل وعیال' پڑوسیوں تک جس قدر پہونچا سکیں پہونچا دیں۔ بدقسمتی سے آج بھی پچاس فیصد سے زیادہ تر عام مسلمان نہ ختم نبوت ہونے کا حقیقی مفہوم سمجھتے ہیں اور نہ یہ معلوم ہے کہ اس عقیدہ کے حفاظت کے لئے اگر مسلمان کو جان بھی قربان کرنا پڑے اس سے بھی کنارہ کشی کرنا حرام ہے۔ مسلمانوں کے لئے ایمانی لحاظ سے یہ موت وحیات کا مسئلہ ہے کئی سادہ لوح یہ نہ سمجھیں کہ یہ مولویوں کا مسئلہ ہے جیسے کہ اور کئی مسائل میں علماء کے طبقہ میں اختلافات چل رہے ہیں یہ بھی اسی طرح کا ایک مسئلہ ہے۔

ہندوستان میں فتنہ ارتداد:

جیسے کہ پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ فتنہ ارتداد کی ابتداء تقسیم ہند سے پہلے ضلع گورداسپور کے موضع قادیان جو اب انڈیا کا حصہ ہے میں مرزا غلام احمد نامی شخص نے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کے بعد کر دی۔ مرزا کے مرنے کے بعد اس خرافات پر مبنی فرقہ کی خلافت اس فرقہ کے اصل معمار اور دماغ نے سنبھال لی۔ علماء کی شبانہ روز مساعی کی بدولت مسلم معاشرہ میں ایک ایسے فتنہ کی نشاندہی ہوگئی جو آئندہ امت مسلمہ کے لئے بڑی پریشانیوں کا سبب بننے والا تھا' اس کارنامہ میں متحدہ ہندوستان کے علماء کو داد تحسین نہ دینا بڑی زیادتی ہوگی۔ برصغیر پاک و ہند کے تقسیم کے موقع پر قادیانی فتنہ کے امیر مرزا البشیر الدین احمد نے ۳۱۳ جان نثار قادیانی پیروکار مستقل طور پر قادیان میں رکھنے کا اعلان کیا۔

تقسیم ہند' فسادات' فرنگی سازشیں:

تقسیم ہند کے فسادات میں لاکھوں مسلمان شہید ہوئے ان خونی واقعات سے تاریخ بھری پڑی

ہے۔ ہزاروں پاکباز مسلم عورتوں کو ہندوؤں نے یرغمال بنا کر ان کو بے حرمتی اور مظالم کے پہاڑوں کے حوالہ کر دیا' مگر اس موقع پر بھی فسادات کے دوران قادیانی فرقہ کو کوئی نقصان نہ پہونچایا۔ کیونکہ یہ جملہ فسادات اور مسلمانوں کا اجڑ جانا بھی انگریز بہادر کے سازشوں کا حصہ تھا' اور قادیانی فرقہ بھی کفری استعمار کے ایجنڈا پر انکی سرپرستی میں لحہ لحہ عمل کر رہا تھا۔ اسی کے صلہ میں ان کو کروڑوں کی زمین معمولی قیمت پر ربوہ میں قادیانی ہیڈ کوارٹر کیلئے الاٹ ہوئی' حالانکہ اس موقع پر کروڑوں مسلمان جنہوں نے پاکستان کے حصول کے لئے تن من دھن کی بازی لگا کر صرف یہی نعرہ لگایا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا ''لا الہ الا اللہ'' میں سے کسی فرد یا ادارہ کو اس قسم کی امتیازی الاٹمنٹ نہیں کی گئی۔

ربوہ کی حقیقت:

اور یہ کہ ربوہ نام بھی ان جھوٹوں نے قرآن کی آیت واوینھمآ الی ربوۃ ذات قرار ومعین یعنی ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کو ایک اونچی جگہ پر ٹھہرایا جو کہ قرار اور چشمہ والی جگہ تھی' تحریف کر کے رکھا تا کہ اس سے غلام احمد قادیانی کے جھوٹی مسیحیت ثابت ہو سکے۔

مجلس عمل تحفظ ختم نبوت:

پاکستان کا حصول ان کے مرضی کے خلاف ہوا تھا' ان کے مرضی کے برعکس اللہ نے یہ نعمت پاکستان کے مسلمانوں کو عطا فرمائی اپنے مشن کو اس مملکت خداداد میں پھیلانے کے لئے جن اہداف کا تعین انہوں نے کیا اس میں سب سے زیادہ خطرناک پروگرام یہ تھا کہ پاکستان کے اہم کلیدی عہدوں پر مرزائیوں کو تعینات کرنے کی راہیں تلاش کی جائیں' آہستہ آہستہ ان کے یہ توسیعی منصوبے کھل کر سامنے آگئے اور اس مقصد میں وہ اپنے آقاؤں کی سرپرستی اور تعاون سے کافی حد تک کامیاب بھی ہو گئے۔ مگر فدایان ختم نبوت بھی ان کے ہر سازش کی راہ میں ایک مضبوط دیوار کی طرح موجود رہے۔ جون ۱۹۵۲ء میں ملک کے جید علماء پر مشتمل مجلس عمل تشکیل دیا گیا جس کا نام تحفظ ختم نبوت مجلس عمل رکھ کر حکومت کے سامنے مندرجہ ذیل مطالبات پیش کئے۔

فدایان ختم نبوت کے مطالبات:

(۱) انگریزوں کے پالے ہوئے ایجنٹ اس وقت کے پاکستانی وزیر خارجہ اور قادیانی جماعت کے اہم ترین رکن سر ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے فارغ کیا جائے۔ (۲) قادیانیوں کو پاکستان کی کلیدی ملازمتوں سے الگ کیا جائے۔ (۳) مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت آئینی طور پر قرار دیا جائے۔ (۴) قادیانیوں کے ہیڈ کوارٹر ربوہ کو ہر کسی کے لئے کھلا شہر قرار دیا جائے۔

تحریک ختم نبوت کا عروج:

مجلس عمل کے جلسوں جلوس اور رضا کاروں کی قریہ قریہ لوگوں کی بیداری کے نتیجہ میں ملک کے دونوں حصوں کے مسلمان اپنے سروں پر کفن باندھ کر قادیانیوں کے خلاف میدان عمل میں کود پڑے۔ ۱۹۵۳ء میں یہ تحریک عروج پر پہونچی، دوسری طرف اس وقت کی حکومت جو مرزائیوں کی حمایتی اور طرفدار تھی، ختم نبوت کے عاشقان پر عرصہ حیات تنگ کرنے کے لئے سردھڑ کی بازی لگانے میں مصروف رہی۔ جیلیں مسلمانوں سے بھر گئیں۔ گولی، لاٹھی کا بے پناہ استعمال کیا۔ شہدائے ختم نبوت کی تعداد سینکڑوں سے بڑھ چکی تھی۔ جب حالات حکومت کے قابو سے باہر ہوئے تو پنجاب حکومت نے ۶ رمارچ ۱۹۵۳ء بروز جمعہ لاہور میں میجر جنرل اعظم خان کی سربراہی میں مارشل لاء نافذ کردی۔ یہ ملک میں پہلا منحوس مارشل لاء تھا جس نے عوام سے آزادی رائے کے جمہوری حق کو سلب کر دیا۔ اس تحریک میں حکومت وقت کی مرزانوازی اور سیاسی ناسمجھی کا نتیجہ یہ نکلا کہ حالات قابو میں آنے کی بجائے ختم نبوت کے پروانوں کا جوش جذبہ، ایمانی غیرت اور حمیت میں مزید اضافہ ہوا کیونکہ ملکی انتظامیہ اور حکومت ایسے لادین فرقہ کو بچانے کے لئے اسلام کے جان نثاروں کو کچل رہی تھی جن کے امیر مرزا غلام احمد قادیانی نے ایسے فرضی جھوٹے الہامات اور بے ہودہ خرافات پیش کئے، جن میں دعوائے نبوت کے علاوہ سید الاولین والاخرین خاتم النبیین کی تنقیص، صحابہ کرام اولیائے کرام کے خلاف گندی زبان استعمال کرنے کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا:

مسلمانوں کے خلاف بے تحاشا طاقت کا استعمال اور جبر واستبداد کا ہر حربہ استعمال کرنے کی وجہ سے اس تحریک میں جبری اور وقتی تعطل تو آیا مگر جذبہ ختم نہ ہوسکا۔ مگر عقیدہ ختم نبوت کی جو روشنی اور چنگاری مسلمانوں کے سینوں میں جلوہ افروز ہو چکی تھی ''پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا'' کا مصداق اگلے مرحلے کی تیاری کے لئے سر جوڑ کر تیاری شروع کردی۔

اب وقت نماز ہو رہا ہے، اگلے مرحلے میں کیا ہوا؟ کیوں ہوا؟ نتیجہ کیا نکلا؟ ان شاءاللہ آئندہ ذکر کروں گا۔

رب ذوالجلال مجھے آپ اور تمام امت مسلمہ کو ہر شکل میں آکر دین متین میں نقب لگانے والے دجال وکذاب سے محفوظ رکھے۔

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی
مدرس جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک

قیامت خیز آفات ونوازل کے وقت ہمارا کردار وعمل

الم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ ومانزل من الحق (الایۃ)

کیا وقت نہیں آیا ایمان والوں کو گڑگڑائیں ان کے دل اللہ کے یاد سے اور جو اترا ہے سچا دین یعنی وقت آ گیا ہے کہ مومنین کے دل قرآن کریم اور اللہ کی یاد اور اسکے سچے دین کے سامنے جھک جائیں اور نرم ہو کر گڑگڑانے لگیں۔

وطن عزیز اور مملکت خداداد پاکستان آج کل ایک اور بہت بڑی آفت اور سیلاب بلاخیز سے دوچار ہے' ابھی ہم ہزارہ' آزاد کشمیر اور اس کے قرب وجوار میں ہولناک زلزلہ کی تباہ کاریوں پر ماتم کناں تھے کہ اچانک ملک پر ہر طرف سے سیلابوں اور دریاؤں میں طغیانیوں کا دہشت انگیز اور مہیب سلسلہ شروع ہوا جس کے نتیجہ میں شہر اجڑ گئے۔ بستیاں ویران ہوئیں' اور سینکڑوں کی تعداد میں دیہات صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ اور ایسے نیست ونابود ہوگئے۔ کان لم تغن بالامس گویا یہاں پر سرے سے کوئی آبادی ہی نہ تھی۔

یہ دنیا تغیر پذیر ہے اس میں انقلابات آتے رہتے ہیں' کبھی آسمانی بلائیں آتی ہیں' کبھی زمینی آفتیں دفعتاً نازل ہوجاتی ہیں' کبھی زلزلے آتے ہیں' کبھی بجلیاں گرتی ہیں' کبھی وحشت ناک تاریکیاں پھیل جاتی اس کی وجہ سے تباہیاں مچیں۔ اور نہ صرف انسانی حیات بلکہ حیوانی زندگی شدید مشکلات اور مصائب وآلام سے دوچار ہوئی۔ حالیہ ملک گیر سیلاب اور قیامت خیز طوفاں بھی اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ جس میں ہم جیسے غافلوں کے لئے تنبیہ اور الارم کا سامان موجود ہے۔

قرآن کریم میں طوفان نوحؑ کا ذکر آیا ہے کہ کس طرح جب قوم نوح نے سرکشی اختیار کی اور بغاوت و طغیان اور نافرمانی پر اتر آئی تو وہ قوم سیلاب بلا کی نذر ہوگئی اور ان معدودے چند مومنین کے سوا باقی پوری قوم غرق آب ہوگئی۔ اسی طرح دوسری قومیں جب وہ بغاوت پر اتر آئیں۔ خدا اور رسول کی نافرمانی کی تو وہ قومیں مختلف النوع آفات سے صفحہ ہستی سے مٹ گئیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

فَکُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِ حَاصِبًا وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّیْحَةُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ

پھر سب کو پکڑا ہم نے اپنے اپنے گناہ پر' پھر تھا کوئی کہ بھیجا ہم نے اس پر پتھراؤ ہوا سے اور کوئی تھا کہ اس کو پکڑے چنگھاڑ نے اور کوئی تھا کہ اس کو ہم نے دھنسا دیا زمین میں۔ اور کوئی تھا کہ اس کو ڈبا دیا ہم نے۔ اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے' پر تھے وہ اپنا ہی برا کرتے۔

یعنی اِن میں سے ہر ایک کو اپنے جرم کے موافق سزا دی گئی' اس آیت کریمہ میں قوم لوط قوم عاد وثمود' قارون' فرعون و ہامان اور قوم نوحؑ کی ہلاکتوں کی طرف اشارہ ہے جن کی تفصیل قرآن کریم کی مختلف سورتوں اور آیتوں میں موجود ہے۔ یہ تو وہ قومیں ہیں جنہوں نے کفر اور شرک کا ارتکاب کیا اور علی الاعلان خدا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی پر اتر آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا عبرت ناک انجام ہمیں بتا دیا۔ مسلمانوں اور مؤمنوں پر بھی گاہے بگاہے ہلاکت خیز آفتیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں' تاکہ ہم اللہ کی یاد سے غافل نہ رہیں اور ایسی سرکشیاں اور نافرمانیاں اختیار نہ کریں۔ جس سے سابقہ قومیں صفحہ ہستی سے نابود ہو گئیں۔

خود حضرت رسالتمآب ﷺ کے زمانہ میں بھی جب اسی قسم کے مہیب احوال رونما ہو جاتے تو آپ بے قرار اور بے چین ہو جاتے۔ اور خوف وخشیت کی کیفیت آپ کے چہرہ انور سے عیاں ہو جاتی۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جب سورج گہن یا چاند گہن لگتا تو آپ کا رنگ مبارک متغیر ہو جاتا اور مسجد اور صلوٰۃ و نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ فرماتے ہیں: **اذا رایتم شیا من هذه الاهول فافز عوا الی الصلوة** جب تم ان خوف کی باتوں میں سے کوئی چیز دیکھو تو گھبرا کر نماز کی طرف جاؤ۔ امام مسلم نے اس حدیث کو یوں ذکر فرمایا ہے۔ **عن ابی موسیٰ قال خسفت الشمس فی زمن النبی ﷺ قال ان هذه الایات التی یرسل الله لاتکون لموت احد ولا لحیاته ولکن الله یرسلها یخوف به عباده فاذا رایتم منها شیأ فافزعوا الی ذکره ودعائه واستغفار.**

اس حدیث میں ہے کہ اس قسم کے خوف کی چیز ہو تو دعا اور استغفار میں مشغول ہونا چاہیے اسی طرح حضرت ابو الدردا سے روایت ہے کہ اگر کسی شب تیز ہوا چلتی تو آپ بے قرار ہو کر مسجد تشریف لے جاتے اور جب تک ہوا تھم نہ جاتی خدا کے حضور سجدہ ریز رہتے۔ سورج گہن یا چاند گہن لگتا تو جب تک گہن ختم نہ ہو جائے' نماز میں مشغول رہتے۔ حضرت انسؓ کے زمانہ میں ایک دفعہ سخت تاریکی چھا گئی' ایک صاحب خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کبھی حضور ﷺ کے زمانے میں بھی ایسی باتیں پیش آتی تھیں۔ حضرت انسؓ نے فرمایا۔ معاذ اللہ اس وقت اگر ہوا بھی تیز چلتی تو ہم لوگ قیامت کے خوف سے مسجد کی طرف دوڑ پڑتے' سورج گرہن کے وقت تو نماز باجماعت حضور ﷺ سے ثابت ہے۔ البتہ چاند گرہن کے وقت یا دیگر خوفناک چیزوں اور دہشت انگیز آفتوں کے وقت تنہا تنہا نماز پڑھی جائے۔ چنانچہ مشہور فقیہہ علامہ شرنبلانی فرماتے ہیں: گھبراہٹ اور خوف کے موقعہ پر تنہا تنہا نماز پڑھی جائے' گھبرا دینے والی چیزوں سے مراد زلزلے' بجلیوں کی کئی مسلسل کڑک' تاروں کا ٹوٹنا' رات میں تیز روشنی کا نمودار ہونا' ژالہ باری' مسلسل

بارشیں امراض کا پھیلنا اور دشمن کا سخت خوف وغیرہ ہیں۔ بندوں کو ڈرانے کے لئے ہیں تاکہ وہ گناہ چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری کا راستہ اختیار کریں' جس میں ان کی کامیابی اور صلاح ہے اور بندہ کے لئے اپنے رب سے رجوع کرنے کی سب سے قریبی حالت نماز ہے۔

مگر مقام صد افسوس وحسرت ہے کہ ایسی آفات اور ایسے دہشت ناک مناظر کے موقع پر ہمارے دل نرم اور پسیج نہیں ہوتے بلکہ یہ درد انگیز اور محشر بداماں گھڑیاں بھی ہم اپنے لئے باعث تسکین دل سمجھتے ہیں۔ اور مصیبت زدوں' خانماں بربادوں اور بے یارو مددگار بیکسوں کی لاچاری وبے بسی کا تماشہ دیکھنے کے لئے جاتے ہیں' ان کی تصویر کشی کرتے ہیں ان کی فلمیں اور وڈیوز بناتے ہیں۔ فیا للاسف

ایسے دلدوز مناظر کے دیکھنے پر تو زمین کا سینہ بھی شق ہو جاتا ہے' آسماں بھی خون کے آنسو روتا ہے۔ پوری کائنات پر ایک خوف طاری ہو جاتا ہے۔ افسوس اس سے زیادہ اور ہماری بے حسی' اخلاقی پستی اور دین بیزاری کیا ہوگی اور اب تو یہ وبا اتنی عام ہو چکی ہے کہ اخلاقیات کے بڑے بڑے مدعی اس میں مبتلا ہیں۔

بربادی گلشن کی خاطر بس ایک ہی الو کافی تھا
ہر شاخ پر الو بیٹھا ہے انجام گلستاں کیا ہوگا

ہماری حالت تو ان لوگوں سے بھی بدتر ہے جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے:

وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ -

''اور جب پہنچے انسان کو تکلیف' پکارا ہم کو پڑا ہوا یا بیٹھا ہوا یا کھڑا ہو جب کھول دیں اس سے وہ تکلیف چلی جائے' گویا کبھی نہ پکارا تھا ہم کو کسی تکلیف پہنچنے پر۔ اسی طرح پسند آیا ہے بیباک لوگوں کو جو کچھ کر رہے ہیں' یعنی انسان اول بیباکی سے عذاب طلب کرتا ہے اور برائی اپنی زبان سے مانگتا ہے مگر کمزور اور بودا اتنا ہے کہ جہاں ذرا تکلیف پہنچی' گھبرا کر ہمیں پکارنا شروع کر دیا۔ جب تک مصیبت رہی' کھڑے بیٹھے' لیٹے ہر حالت میں خدا کو پکارتا رہا' پھر جہاں تکلیف ہٹائی گئی' سب کہا سنا بھول گیا۔ گویا خدا سے کبھی واسطہ نہ تھا وہ ہی غرور وغفلت کا نشہ۔ وہی اکڑفوں رہ گئی۔ جس میں پہلے مبتلا تھا۔ حدیث میں ہے کہ تو خدا کو اپنے عیش وآرام میں یاد رکھ خدا تجھ کو تیری سختی اور مصیبت میں یاد رکھے گا۔ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ کسی وقت خدا کو نہ بھولے' سختی پر صبر اور فراخی پر خدا کا شکر ادا کرتا رہے۔ یہ ہی وہ چیز ہے جس کی توفیق مومن کے سوا کسی کو نہیں ملتی۔'' (تفسیر عثانی)

ڈاکٹر احسان اللہ فہد فلاحی

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا نظریۂ عدل
(یونانی فکر، عیسائیت اور اسلام کا تقابلی مطالعہ)

متکلمِ اسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۷۰۳-۱۷۶۳ء) کا تصوّرِ عدل ان کے تصوّرِ ارتفاقات سے پوری طرح مربوط ہے۔ عدل پر کوئی گفتگو کرنے کے لیے ضروری ہے کہ نظریۂ 'ارتفاقات' کی تشریح سامنے رہے، کیوں کہ عدل وانصاف کا یہ نظام 'ارتفاق سوم' ہی کے ذریعہ وجود میں آتا ہے۔ قانونی اور سیاسی پہلوؤں کے علاوہ ولی اللّٰہی نظریۂ عدل کا اہم تر پہلو اس کا سماجی وروحانی تصور ہے۔ شاہ صاحب کا نظریۂ عدل ان کے ذہن کی اپج نہیں ہے۔ عدل وانصاف کا تصور کم وبیش انسانی معاشرے میں ہمیشہ رہا ہے۔ عظیم یونانی مفکرین افلاطون اور ارسطو نے اس کی خشتِ اول رکھی، جس سے عیسائیت متاثر تو ہوئی، مگر اس نے سماجی عدل کا کوئی نظام قائم نہیں کیا۔ رسول اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں سماجی عدل کا بھرپور تصور، جس میں قرآن وسنت کو بنیاد بنایا گیا تھا، اپنے وسیع ترین اطراف وجہات کے ساتھ پوری طرح نافذ ہوا۔ تاریخ اسلام میں شاہ ولی اللہؒ غالباً پہلے مفکر ہیں جنھوں نے اسلام کے اس سماجی انصاف کی عمرانیاتی توجیہ بڑے مدلل انداز میں اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ میں کی۔ بعد میں دورِ جدید کے احیائے اسلام کے علم بردار دانش وروں اور مصلحین مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور سید قطب شہیدؒ نے شاہ ولی اللہؒ سے بھرپور اکتساب کیا اور اسلامی نظریۂ عدل کی ترجمانی وتشریح میں بعض پہلوؤں سے اہم اضافے کیے۔

فکرِ یونانی میں عدل کا مفہوم

مغربی مصنفین نے عام طور پر عدل کے تصور کا بانی یونانی مفکر اور فلسفی افلاطون کو قرار دیا ہے۔ اس نے اپنی مثالی مملکت کی بنیاد محض انصاف پر رکھی ہے۔ اس کے خیال میں انسان کے افکار ونظریات کو اس وقت تک درست نہیں قرار دیا جاسکتا، جب تک کہ اس میں صداقت اور انصاف کے عناصر موجود نہ ہوں۔ کسی بھی معاشرہ کے لیے صحت مندی، خوش حالی اور باہمی امداد کی بنیاد پر استوار زندگی گزارنا اسی وقت ممکن ہے جب کہ اس کے سب ہی افراد کو انصاف کا حق حاصل ہو، کیوں کہ انصاف حقائق کو پانے اور افراد کے حقوق کو مہیا کرنے کا سب سے اعلیٰ ذریعہ ہے۔[۱]

تصورِ عدل کی وضاحت کرتے ہوئے افلاطون نے ریاست کو ایک جسم سے تعبیر کیا ہے اور لکھا ہے کہ جس طرح انسان کے جسمانی اعضاء ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور اس قدر ہم آہنگ ہیں کہ پورے جسم کے کسی ایک عضو کے کسی حصے میں ذرا سی تکلیف ہو جائے تو پورے جسم کو اس کا درد محسوس ہوتا ہے، اسی طرح ریاست ایک جسم اور افراد اس کے اعضاء ہیں۔ اگر معاشرہ میں کسی ایک فرد کو کوئی تکلیف ہو تو لازماً پورے معاشرے کو اس کا احساس ہونا چاہیے اور اس تکلیف کو دور کرنے کے لیے وسائل بروئے کار لانے چاہئیں۔ انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جسم کو آرام پہنچانے کے لیے اس کے تمام اعضاء کی نگہداشت کی جائے اور ان کو صحت مند رکھا جائے۔[۲]

افلاطون نے سوسائٹی کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اولیت فلاسفہ کو حاصل ہے۔ دوسرے درجے میں فوجی صلاحیت کے حامل افراد ہیں اور تیسرے درجے کے افراد وہ ہیں جو پیشہ ور یا مزدور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان تینوں میں اگرچہ بعض طبقے کچھ مراعات سے محروم کر دیے گئے ہیں، مثلاً مزدور کو کوئی حق نہیں کہ وہ فوجی امور میں دخل دے اور کسی فوجی کو بادشاہ بننے کی تمنا بھی نہ کرنی چاہیے، لیکن جہاں تک انصاف کا تعلق ہے اس کا حصول ان سب کے لیے اسی طرح یکساں طور پر ضروری ہے جس طرح زندگی گزارنے کے لیے خوراک۔

اس نظریۂ انصاف کے مطابق معاشرہ کے ہر طبقہ کو حصولِ انصاف کے لیے خود کوشش کرنی چاہیے اور یہ کوشش اسی وقت کامیاب ہو سکتی ہے جب کہ ہر طبقہ کے افراد کو اپنے اپنے فن میں مکمل مہارت حاصل ہو۔ بہ صورت دیگر ان کو کسی دوسرے سلوک کا حق دار گردانا جائے گا۔ کیوں کہ جرمِ ضعیفی کی سزا دینا بھی انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اس لیے زندگی کو بہتر سے بہتر انداز میں گزارنے کے لیے اور اپنے حقوق کو مناسب ترین انداز سے حاصل کرنے کے لیے لازم ہے کہ ہر شخص اپنے فرائض منصبی کو پوری استعداد اور کاملیت سے سرانجام دے۔ ان فرائض کی تکمیل نہ کرنے سے اگر کسی شخص کو کوئی نقصان اٹھانا پڑتا ہے تو یہ انصاف کے عین مطابق ہے۔[۳]

ارسطو کا نظریۂ انصاف کسی حد تک اپنے استاد افلاطون کی تائید کرتا نظر آتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ انصاف کی بنیاد اخلاق ہے۔ قانون بنیادی، قدرتی اور اخلاقی ہوتے ہیں اور انصاف یہی ہے کہ ریاست کا ہر فرد اپنے فرائض منصبی کو بہ اندازِ احسن ادا کرتا رہے اور قانون یا انصاف کے توڑے جانے کی نوبت ہی نہ آئے۔ اس نے افلاطون کے نظریات پر کچھ اضافہ کیا ہے۔ وہ انصاف کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ (۱) قابلِ تقسیم (۲) اصلاح کن۔ قابلِ تقسیم انصاف کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ یہ انصاف ہر ایک فرد، سیاسی جماعت اور حکومت کے ساتھ اس کی قدر، قیمت اور مقام کے مطابق کیا جاتا ہے۔ مثلاً جمہوریت میں اس کی بنیاد شرحِ پیدائش پر، چندسری حکومتوں میں امارت پر اور اشرافیہ میں نیکی کی کثرت پر ہوگی۔ اس قابلِ تقسیم انصاف کا مقصد یہ ہے کہ ہر شخص حکومت کے لیے اپنے فرائض خلوصِ نیت سے ادا کرتا رہے اور افراد کے حقوق و فرائض کو اگر ترازو سے تولا جائے تو کوئی پلڑا بھاری یا ہلکا نہ رہے۔

جہاں تک اصلاح کن انصاف کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں ارسطو کا خیال ہے کہ اس کا تعلق زیادہ تر کاروبار سے ہے، مثلاً تجارتی لین دین، خرید وفروخت، جائداد کے مسائل، عزت اور انفرادی آزادی کے مسائل میں اعتدال رکھنا اصلاح کن انصاف ہے۔

ارسطو نے افلاطون کی مثالی ریاست پر کھلے الفاظ میں تنقید کی ہے۔ اس کے نزدیک یہ امر نہایت تعجب خیز ہے کہ اس قدر ذہین فلسفی آخر ایسے نقشے کیوں پیش کرتا ہے جس پر فطری طور پر عمل نہیں ہوسکتا۔ اس کے خیال میں مثالی ریاست کا نظریہ انسانی اقدار وروایات اور نظریات کے مسلمہ اصولوں کے منافی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ریاست کی روح اجتماعیت ہو، جس میں طبقاتی امتیازات نہ ہوں۔ چنانچہ اس کے نزدیک افلاطون کا یہ تصور کہ ریاست میں کامل وحدت یا اکائی ہونی چاہیے، خطرناک ہے۔ وہ ایک ایسے بے انصاف معاشرے اور ریاست کے بے انصاف نظام کو رائج کرنا چاہتا ہے جس میں اکثریتی طبقہ حقوق ومراعات سے بالکل محروم ہے اور صرف حکمراں طبقے کو تمام مراعات حاصل ہیں۔ [۵]

مغربی نظریۂ عدل کے مضمرات

مشہور جرمن فلسفی شوپن ہار (۱۷۸۸-۱۸۶۰ء) اپنی کتاب "In the world as will an Idia" میں بحث کرتا ہے کہ ''سب سے بڑی حقیقت انسان کا اپنا عزم وارادہ ہے، جس کی نفی کیے بغیر خوشی حاصل نہیں ہوسکتی۔ اور یہ کہ اخلاقیات پر گفتگو کرنا آسان ہے، مگر مذہب کا سہارا لیے بغیر اخلاقیات کو نافذ نہیں کیا جاسکتا''۔ دورِ جدید کے معروف ماہرِ عمرانیات ڈاکٹر رابرٹ بریفالٹ نے اپنی مشہورِ زمانہ کتاب "The Making of Humanity" میں مغربی تصورِ عدل کے مضمرات کا مفصل جائزہ لیا ہے۔ اس نے عیسائیت کو یونانی فکر سے پوری طرح متاثر قرار دیا ہے۔ اس کے مطابق عدل وانصاف کا تصور نافذ کرنا تو درکنار اسے صحیح طور سے سمجھا بھی نہیں جاسکتا، جب تک کہ ایک انسان اور دوسرے انسان کے درمیان تعلقات کو منضبط نہ کیا جائے۔ انسانی تعلقات کی تنظیم ہی تمام جدید مغربی مفکرین کی کتابوں اور ان کے نظریات اور فلسفوں کا مرکزی موضوع ہے۔ بدقسمتی سے مغربی نظریات نے انسانی تعلقات کی کوئی مضبوط تنظیم اور اس کی محکم بنیادیں فراہم نہیں کیں۔ یہ تنظیم وتشکیل افراط وتفریط کے درمیان ابھی تک معلق ہے۔ بعض نظریات نے فرد کو اتنی اہمیت دی کہ معاشرہ کے تقاضے ان کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئے اور بعض فلسفوں نے اجتماعیت کو اتنے زوردار انداز میں پیش کیا کہ فرد اس میں گم ہوکر رہ گیا۔

عیسائیت کا تصوّرِ عدل

عیسائیت کی کمزوری یہ رہی کہ اس نے فرد اور معاشرہ کے تعلقات کی بے اعتدالی اور افراط وتفریط کو ختم کرنے سے کوئی سروکار نہ رکھا۔ بدعنوانی، اخلاقی فساد، ظلم، لاقانونیت اور فتنہ کو ختم کرنے کے بجائے پورا زور اس پر صرف کیا گیا کہ فرد کو کیسے سکون حاصل ہو؟ مظالم کا قلع قمع کیے بغیر انفرادی مسرت کو تلاش کرنے کی جدّ وجہد نے رحم اور محبت کے

تصور کو جنم دیا اور عیسائیت نے آسمانی بادشاہت اور جنت کی نعمتوں کے حصول کو تمام جدّ وجہد کا حاصل قرار دیا۔ بریفالٹ کہتے ہیں کہ اس فکر کے پس پردہ انسانوں کو ظلم کے خلاف جدّ وجہد کے صبر آزما مراحل سے بچانا مقصود تھا۔ جب تک ایک فرد اور دوسرے فرد کے درمیان تعلقات کی محکم تنظیم اور فرد اور معاشرہ کے درمیان متوازن راستہ نہ ہوگا، کسی قسم کا عدل نافذ نہ ہوسکے گا۔ فاضل دانش ور کا اصرار ہے کہ:

''عدل کوئی موہوم آئیڈیل نہیں ہے اور نہ یہ محض تعمیری تصور ہے جس کے پیچھے کسی تخریب کا شائبہ نہ ہو۔ عدل نام ہے ظلم اور ناانصافی کی بھرپور تردید کرنے کا۔ عدل کا تقاضا ہے کہ کوئی آمرانہ جارحیت نہ ہو، کوئی تشدّد انسانوں کے خلاف نہ ہو، کسی جراحت، اشتعال اور استحصال کا وجود نہ ہو۔ انسان کی زندگی، اس کی سرگرمی اور اس کے فکر پر محض طاقت، استحقاق اور اقتدار کی بنیاد پر کسی اختیار کی حکم رانی نہ ہو۔ یہ تمام چیزیں اپنے مکمل مفہوم میں اور بالکل بے آمیز طریقے سے ظلم میں شمار ہوتی ہیں، خواہ ظلم کا کوئی بھی مفہوم متعیّن کیا جائے۔ ظلم کی اِن تمام قسموں سے آزادی کے حصول کا نام ہی حق ہے اور یہ اخلاقیات کا بنیادی تقاضا ہے، خواہ کسی معاہدہ کے ذریعہ عمل میں نہ آیا ہو اور کسی قانون نے اس کی ضمانت فراہم نہ کی ہو۔ اس حق کو اخلاق کی روح اور اس کا جوہر سمجھنا چاہیے۔ ظلم کا خاتمہ اخلاقیات کا کم ترین تقاضا ہے۔ جب تک حقوق کے ابتدائی تقاضے پورے نہیں ہوتے ظلم کا خاتمہ نہیں ہوسکتا۔ اور جب تک ظلم کو چیلنج نہیں کیا جائے گا انصاف قائم نہیں ہوگا۔''[۶]

ڈاکٹر بریفالٹ عیسائیت کے تصور رحم ومحبت کا مفصل جائزہ لیتے ہوئے بڑے افسوس کے ساتھ کہتے ہیں کہ:

''انسانی افکار کے ارتقاء میں بدقسمتی یہ رہی کہ اخلاقیات کا مقصد ظلم اور منکر کے خلاف جدّ وجہد کبھی نہیں رہا۔ اس کے بجائے منکر کے سامنے سرافگندگی اور ناانصافی کو نظرانداز کرنے کے رویہ کو برابر قائم رکھا گیا۔ اس کے نتیجے میں اخلاقیات کی تمام تعلیمات انسانیت کے لیے عبث رہیں۔ عیسائیت کے اس منفی رجحان کو دیکھتے ہوئے اسپین کے مشہور فلسفی اور مفکر ڈاکٹر فالٹادی گریشیا نے عیسائیت پر زبردست تنقید کی ہے''۔ اس ضمن میں بریفالٹ نے ڈاکٹر فالٹا کا یہ اقتباس نقل کیا ہے، جو اہل علم ودانش کو دعوت فکر دیتا ہے:

''عدل کا رجحان روح عیسائیت کے لیے اسی طرح نامانوس رہا جیسے سائنسی وعقلی ترقیات۔ عدل عیسائیت کی اخلاقی تعلیمات کے دائرے سے بالکل باہر ہے۔ میں جب عیسائیت کا حوالہ دیتا ہوں تو میری مراد وہ تعبیرات وتشریحات نہیں ہوتیں جن پر سوء فہم، سوء تطبیق اور تحریف کا الزام لگایا جاسکتا ہے، بلکہ عیسائیت سے میری مراد روح عیسائیت کا مکمل آئیڈیل ہے۔ عیسائیت نے ظلم وناانصافی کے شکار انسانوں کو اخروی راحت اور تسلّی کا پیغام دیا۔ اس نے مظلوموں اور محروموں کو جنت کی نعمتوں کی بشارت سنائی اور

انھیں قانونِ محبت، فرضِ مرحمت اور تصورِ عفو کی تعلیم دی۔ اس کے نتیجے میں عمومی انصاف، ایمان داری اور ظلم کے خلاف جدّ و جہد کے مرکزی تصورات نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ ایک ایسا انسان، جو ہر قسم کی جدّ و جہد سے دور، انسانی آلام و مصائب کو انگیز کرنے والا اور ہر قسم کی ناانصافی اور ظلم سے دور رہنے والا ہو، عیسائیت کا مطلوب قرار دیا گیا اور اسے یہ نوید سنائی گئی کہ دنیا کے غموں اور تکلیفوں سے راحت آخرت میں ملے گی۔ اس کے نتیجے میں ظلم کے خلاف جدّ و جہد اس کے تصور سے باہر ہو گئی۔ ۷

ڈاکٹر بریفالٹ مشہور مبلغِ عیسائیت میتھیو آرنلڈ کا حوالہ دیتے ہیں جو عیسائیت کو مذہبِ الم اور دوسرے مذاہب کو مذاہبِ نوید و مسرت قرار دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ چوں کہ دنیا میں غموں اور آلام و مصائب کے مارے ہوئے انسانوں کا انبوہ سرگرداں اور پریشان ہے اسے حقیقی سکون اور راحت مذہبِ الم ہی میں مل سکتی ہے، کیوں کہ انسانی زندگی بہ ہر حال مصائب و مشکلات سے ہی عبارت ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج دنیا میں مذہبِ الم کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہے۔ ڈاکٹر بریفالٹ میتھیو آرنلڈ کی اس تاویل پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''وہ بھول گیا کہ انسانی آرام و مصائب کا ۱۰/۹ حصہ ناانصافی اور ظلم و منکرات کا پیدا کردہ ہے۔ جب تک ان منکرات و مصائب کا استحصال نہیں ہوگا انسان کو خوشی حاصل نہیں ہو سکتی اور جب تک اسے خوشی حاصل نہیں ہوگی کسی قسم کے انصاف کا تصور اس کے لیے محال ہوگا''۔ ۸

شاہ ولی اللہؒ کا نظریۂ عدل

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تصنیفات میں اسلام کی سماجی و عمرانی تعلیمات کی بھرپور تشریح ان کے نظریۂ 'ارتفاقات' میں نظر آتی ہے۔ ارتفاق کا لغوی معنی ہے نفع اٹھانا، مہربانی کا برتاؤ کرنا۔ لیکن شاہ صاحب نے اس لفظ کو اپنی تحریروں میں اصطلاحی معنی میں استعمال کیا ہے، جس کا مطلب ہے آسائش و آرام سے زندگی بسر کرنے کے لیے مفید تدبیریں کرنا، زندگی کی سہولتیں مہیا کرنا اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک متمدن اور مہذب معاشرہ وجود میں لانے کے لیے ضروری نظریاتی بنیادیں فراہم کرنا۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے اس کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

''جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پیدا کی ہیں وہ انسان کے ساتھ خشونت سے پیش آتی ہیں اور فائدہ دینے سے ابا کرتی ہیں۔ انسان ان چیزوں کو نہایت نرمی سے تسخیر کر لیتا ہے، جیسے درخت کو آہستہ آہستہ نرمی سے کلہاڑی سے کاٹتا ہے۔ اسی طرح زمین کو آہستہ آہستہ کھود کر اس میں سے مکنون پانی نکال لیتا ہے۔ بچھڑے کو نرمی سے سدھا لیتا ہے۔ ہاتھی کو رام کر لیتا ہے۔ گھوڑے کو لگام دے دیتا ہے۔ شیر کو شکنجہ میں کس لیتا ہے۔ انسان کا اسی قسم کا طریقِ کار اور یہی کاریگری ارتفاق کہلاتی ہے۔'' ۹

ارتفاق دو طرح کے ہوتے ہیں: فطری اور اکتسابی۔ انتفاع کے فطری طریقے قدرت نے تمام حیوانات کو

الہام کیے ہیں۔انسان بھی اس فطری انتفاع سے فیض یاب ہور ہا ہے،لیکن اکتسابی ارتفاق سے صرف انسان مستفید ہوتا ہے، کیوں کہ اللہ نے انسان کو عقل وفہم کی دولت سے نوازا ہے۔وہ خدا کی بخشی ہوئی اس صلاحیت کو بروئے کار لا کر تمدن کو زمین سے آسمان تک پہنچانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔انہی کے درمیان ایسے بابصیرت اور عقل مند لوگ بھی ہیں جو ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کے لیے بہترین اسکیمیں وجود میں لا سکتے ہیں اور کچھ دوسرے ایسے لوگ بھی ہیں جن کو ضرورتوں کا احساس تو ہوتا ہے، مگر عقل کو صحیح طرح سے استعمال نہ کرنے کی وجہ سے وہ مفید تدبیریں نہیں نکال سکتے۔مگر صاحب بصیرت افراد کی نکالی ہوئی تدبیریں ان کے سامنے آتی ہیں تو وہ ان کو دل سے قبول کر لیتے ہیں۔مثال کے طور پر تمدن کے بالکل ابتدائی زمانہ میں ایک شخص کو بھوک پیاس لگتی ہے، مگر وہ کوئی چیز کھانے پینے کے لیے نہیں پاتا۔وہ حاجت برآری کی شکلیں سوچتا ہے، مگر اس کی عقل وہاں تک نہیں پہونچ پاتی۔لیکن اس کے مقابلے میں وہ شخص جو اپنی عقل کو صحیح طور سے استعمال کرتا ہے اور اپنی سوچ اور فکر کے سہارے کھانے کے لیے غلہ دریافت کر لیتا ہے اور اس کو بونے، کاٹنے، گاہنے اور وقتِ حاجت کے لیے محفوظ کرنے کا طریقہ جان لیتا ہے اور جو زمینیں نہروں اور چشموں سے دور ہیں ان کی آب پاشی کے لیے کنویں کھودنے کا طریقہ اور مٹکے مشکیں اور رہٹ کے پیالے بنانے کا طریقہ مستنبط کر لیتا ہے۔پھر اس غلّے کو پکانے، بھوننے، پیسنے اور روٹی بنانے کا طریقہ بھی ایجاد کرتا ہے۔اب وہ شخص جس کی عقل وفہم کم زور ہے دانش منداور بابصیرت شخص کے طریقہ کو اپنی زندگی کے لیے اسوہ بنالیتا ہے اور اپنی حاجت برآری کے لیے وہی طریقے اپناتا ہے جن سے اس کا پیٹ آسانی کے ساتھ بھر جائے۔یوں نئی نئی اسکیمیں وجود میں آتی رہتی ہیں اور تمدّن ترقی کرتا رہتا ہے۔پھر صدیوں تک لوگ ان تجربات سے مستفید ہوتے ہیں۔

شاہ صاحب کا خیال ہے کہ تمدن کی ترقی سے جہاں انسان ضروریات زندگی کی بہت سی سہولیات سے مستفید ہوتا ہے وہیں اس کے اندر متعدد قسم کی بیماریاں اور خرابیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔اس کے اندر حرص وحسد، حق نادہندگی اور جانتے ہوئے بھی حق کے انکار جیسی برائیاں در آتی ہیں، جس کی وجہ سے لوگوں میں اختلافات اور نزاعات جنم لیتے ہیں۔بعض لوگوں میں نفسانی خواہشات کا غلبہ ہو جاتا ہے، یا ان میں فطری طور پر قتل وغارت گری کی جرأت پیدا ہو جاتی ہے۔چنانچہ ایسے لوگ معاشرہ کے لیے دردسر بن جاتے ہیں۔ان سے نمٹنے کے لیے نظامِ حکومت ضروری ہے، تا کہ حکومت لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرے، قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دے، بے باک لوگوں کو لگام دے اور ایک ایسے معاشرہ کی تشکیل کرے جہاں ہر شخص کی جان، مال، عزت وآبرو محفوظ ہو اور ہر شہری امن وسکون کے ساتھ زندگی گزار سکے۔[۱۰]

شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے جامع تصورِ ارتفاق کا انتہائی گہرا تعلق ان کے نظریۂ عدل وانصاف سے ہے، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ ایک ترقی یافتہ، صحت منداور متمدن معاشرہ کی تشکیل کے جو خدوخال انھوں نے ارتفاق سوم میں بیان کیے

ہیں ان کی معنویت اور افادیت ان کے تصورِ عدل کے ایمان دارانہ نفاذ پر مبنی ہیں۔ عدل وانصاف کا قیام تاریخ کے ہر دور میں ناگزیر رہا ہے اور آج کے گلوبل معاشرے میں بھی اس کی اہمیت اور زیادہ محسوس ہو رہی ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا ماننا ہے کہ انسان کو بھرپور انصاف محض قانون اور سیاست کی جکڑ بندیوں سے فراہم نہیں کیا جاسکتا، بلکہ عدل کا ہمہ گیر تصور بھی ایک انسان کے لیے ممکن نہیں ہوتا اگر اس کا ذہن فکری اور روحانی طور پر آمادہ نہ ہو اور عدل کے وسیع الاطراف پہلوؤں کو قبول کرنے کے لیے زمین ہموار نہ ہو۔ اس فلسفیانہ نکتہ کو شاہ صاحب نے انتہائی جامعیت اور خوبصورتی کے ساتھ اپنے نظریۂ سعادت میں بیان کیا ہے۔

شاہ صاحب کے بقول انسان میں انسانیت کے علاوہ حیوانیت، نباتیت اور جمادیت کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ اس لیے انسان دو قسم کے کمالات کا مجموعہ ہے: نوعی کمالات اور جنسی کمالات۔ جنسی کمالات میں حیوانات، نباتات اور جمادات انسان کے مقابلے میں کہیں زیادہ بڑھے ہوئے ہیں، انسان ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ لیکن نوعی کمالات صرف اور صرف انسان کے اندر پائے جاتے ہیں، جیسے عمدہ اخلاق کا مظاہرہ کرنا، تدبیراتِ نافعہ کے سہارے آسائش کی زندگی بسر کرنا، اعلیٰ صنعتیں وجود میں لانا اور رعب و دبدبہ کا مالک ہونا۔ یہ تمام خوبیاں انسان میں اس کی صورتِ نوعیہ کے اقتضاء سے پائی جاتی ہیں۔ یہ انسان کے امتیازی اور انفرادی کمالات ہیں۔ ان کو نفسِ ناطقہ (روحِ ربانی) نے اس طرح سنوار دیا ہے کہ وہ مصلحتِ کلی کے تابع اور اقتضائے عقل کے مطابق ہوگئی ہیں۔ اسی کمال کی وجہ سے انسان کو غصہ اس کے موقع پر ہی آتا ہے اور جس سے جتنا انتقام لینا روا ہوتا ہے اسی قدر انتقام لیتا ہے۔ جن مشکلات میں مصلحت ثابت قدمی کی ہوتی ہے، یا جن خطرات میں کودنا عقل کا تقاضا ہوتا ہے وہیں انسان اقدام کرتا ہے۔ اس لیے سعادتِ حقیقی یہ ہے کہ:

> ''بہیمیت نفسِ ناطقہ کی مطیع ہو جائے، خواہش عقل کی فرماں برداری قبول کرلے اور نفسِ ناطقہ بہیمیت پر اور عقل خواہش پر غالب آجائے۔''[۱۱]

شاہ صاحب کے نزدیک حقیقی سعادت دو طریقوں سے حاصل کی جاسکتی ہے:

(۱) نفس کشی، مگر یہ نہایت مشکل طریقہ ہے۔ نفس کو کچلنا آسان نہیں ہے اور اس طریقے میں کامیابی کا تناسب بھی ایک فی صد سے زیادہ نہیں ہے۔ اشراقی حکماء، مجذوب صوفیہ، سادھو سنت اور راہب یہی طریقہ اختیار کرتے ہیں اور بہت کم کامیاب ہوتے ہیں۔

(۲) اصلاحِ نفس، یعنی انسان اپنی بہیمیت کو باقی رکھتے ہوئے اس کو سنوار لے اور اس کی کجی کو دور کر کے اس کو سیدھا کرلے۔ قوتِ بہیمی سے پاکیزگی، نیک روی، سیر چشمی، فیاضی، بارگاہِ خداوندی میں انکساری اور نیاز مندی، صدق و امانت اور عدالت جیسے کام کرائے جائیں، جس سے نفسِ ناطقہ کے احوال کی ترجمانی ہوتی رہے اور رفتہ رفتہ نفس

ان کے اثرات کو قبول کر لے اور اس کے اندر پیدا ہونے والی کجی دور ہو جائے اور نفس روح ربانی کی اطاعت قبول کر لے۔ یہی حقیقی سعادت ہے۔ یہ ایک بے خطر راہ ہے اور اس میں کامیابی بھی صد فی صد ہے۔ یہ راہ ہر کسی کے لیے آسان ہے، اسی لیے انبیاء کرام کے ذریعہ یہی طریقہ لوگوں کو سکھلایا گیا ہے۔[۱۲]

اس دوسرے طریقے سے سعادت حاصل کرنے کی راہیں اور شکلیں قرآن وحدیث میں تفصیل کے ساتھ مختلف مناسبتوں سے بیان ہوئی ہیں۔ شاہ صاحب نے ان کا مرجع اور خلاصہ چار باتوں کو قرار دیا ہے: (۱) طہارت (پاکی) (۲) اِخبات (نیاز مندی) (۳) سماحت (فیاضی) (۴) عدالت (انصاف)۔ ان کے نزدیک سعادت کے حصول کی پہلی شرط طہارت ہے۔ اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے کہ سلیم الفطرت اور صحیح المزاج انسان، جس کا دل سفلی تقاضوں سے پاک ہو، جب نجاستوں میں آلودہ ہوتا ہے تو دل میں انقباض، تنگی اور گھٹن محسوس کرتا ہے۔ پھر جب وہ پاک وصاف ہو جاتا ہے تو انقباض دور ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ وہ انشراح اور سرور و انبساط محسوس کرنے لگتا ہے۔ اس دوسری کیفیت کا نام طہارت ہے۔ یہ کیفیت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان نے طہارت کے اعمال روحِ ربانی کے تقاضے اور حکم سے انجام دیے ہوں، وہ محض ریا کاری یا رسم و رواج کی تقلید میں اس سے نہ سرزد ہوئے ہوں۔

طہارت کی یہ حالت ملأ اعلیٰ کی حالت سے بہت مشابہت رکھتی ہے۔ ملائکہ بھی آلودگیوں سے ہمیشہ پاک وصاف اور اپنی نورانی کیفیات پر شاداں و فرحاں رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے طہارت نفس انسانی کو عملی کمالات سے متصف کرتی ہے۔ اور جب طہارت ملکہ بن جاتی ہے تو انسان پوری طرح اس کا اہتمام کرنے لگتا ہے اور جب وہ طہارت کی حقیقت سے آگاہ بھی ہو جاتا ہے تو اس میں ملائکہ کے الہامات کو قبول کرنے کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔ کبھی اس کو فرشتے نظر آتے ہیں تو کبھی اچھے خواب دکھائی دیتے ہیں اور کبھی اس پر ملکوتی انوار کا ظہور ہوتا ہے اور پاکیزہ اور مبارک چیزیں اس کے سامنے متمثل ہوتی ہیں۔[۱۳]

شاہ صاحب نے سعادت کے حصول کی دوسری شرط اخبات (نیاز مندی) قرار دی ہے۔ جس کا مطلب ہے عاجزی، فروتنی اور انکساری اختیار کرنا، نیاز مندی اور بندگی ظاہر کرنا۔ یہ بھی ایک قلبی کیفیت ہے۔ سلیم الفطرت انسان کو جب اللہ کی آیات وصفات یاد دلائی جاتی ہیں اور وہ ان میں اچھی طرح غور و فکر کرتا ہے تو اس کی روح بیدار ہو جاتی ہے، اس کے حواسِ بدن اس کے سامنے جھکنے لگتے ہیں، نفسِ ناطقہ عاجز و درماندہ ہو کر رہ جاتا ہے اور اس میں عالمِ قدس کی طرف میلان پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی کیفیت 'اخبات' کہلاتی ہے۔ نیاز مندی اور انکساری کی یہ حالت ملائکہ کی حالت سے بہت قریب اور بے حد مشابہ ہے، کیوں کہ ملائکہ ہمہ وقت اپنے خالق و مالک کی طرف متوجہ، اس کی عظمت کے سامنے حیران و سرگشتہ اور اس کے تقدس میں مستغرق رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ حالت انسان کو کمالِ علمی

سے متصف کرتی ہے، یعنی اس میں معرفتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے، اس کے ذہن میں علوم ربانی مرتسم ہوتے ہیں اور اس کو اللہ کا وصل نصیب ہوتا ہے۔[۱۴]

سعادت کے حصول کی تیسری شرط شاہ صاحب کے نزدیک سماحت ہے۔ اس کے لغوی معنٰی سخاوت اور فیاضی کے ہیں، لیکن اصطلاحی طور پر اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی کا نفس ایسا عالی ہمت اور بلند حوصلہ ہوجائے کہ بہیمیت کے تقاضوں کی پروانہ کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آدمی دنیا کے کاموں میں مشغول ہوتا ہے تو اس میں جنسی خواہشات ابھرتی ہیں اور وہ عام لذتوں کے پیچھے پڑتا ہے، یا کسی خاص کھانے کا مشتاق ہوتا ہے اور اس کی تحصیل کے لیے پوری کوشش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ ان چیزوں سے اپنی حاجت پوری کر لیتا ہے۔ اس حال میں انسان پر دو کیفیات گزرتی ہیں:

(۱) اگر اس کا نفس فیاض ہوتا ہے تو وہ ان معاملات سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے کبھی ان میں مشغول ہی نہیں ہوا تھا۔

(۲) لیکن اگر اس کا نفس بخیل ہوتا ہے تو دنیوی معاملات اسکے ساتھ گڈمڈ ہوجاتے ہیں، اسکے نقوش دل میں اس طرح ابھرتے ہیں جس طرح موم پر مہر کے نقوش ابھر آتے ہیں۔ اس لیے وہ ہروقت انہی خیالات میں گم رہتا ہے۔

جب فیاض شخص کا انتقال ہوجاتا ہے اور اس کی روح جسم سے جدا ہوجاتی ہے تو وہ دنیا کے ظلماتی تعلقات سے اپنا رشتہ منقطع کر کے اپنے اصل احوال کی طرف لوٹتا ہے۔ اس کو اُس دنیا سے انسیت محسوس ہوتی ہے اور وہ نہایت خوش گوار زندگی بسر کرتا ہے۔[۱۵]

شاہ صاحب کے نزدیک حقیقی سعادت کے حصول کی چوتھی بنیادی صفت عدالت ہے، جس کے لغوی معنٰی مساوات اور برابری کے ہیں۔ کہا جاتا ہے: عَدَلَ فلاناً بفلانٍ (فلاں کو فلاں کے برابر کیا) اور انصاف باب افعال کا مصدر ہے، اس کا معنٰی ہے مشترک چیز کو تقسیم کر کے اپنا آدھا حصّہ لینا۔ شریعت کی اصطلاح میں عدل و انصاف کے معنٰی ہیں اِعطاءُ کل ذی حق حقہ (ہر حق دار کو اس کا حق دینا) اس کی ضد جَور (ظلم) ہے، جس کے معنٰی ہیں وضع الشیءِ فی غیر محلہٖ (چیز کو بے محل رکھنا) غرض عقائد، اعمال، اخلاق، معاملات اور جذبات میں ہر حق دار کو اس کا حق دینا عدل و انصاف اور اس کی حق تلفی کرنا ظلم و جور ہے۔ مثال کے طور پر شرک کو قرآن میں ظلم عظیم کہا گیا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ یگانہ اور بے ہمتا ہے اس کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں ہے۔ مخلوق کو اللہ کے برابر ٹھہرانا بہت بڑی ناانصافی ہے۔ عدل و انصاف کی بات یہ ہے کہ صرف اللہ کو معبود مانا جائے۔

شاہ صاحب کے نزدیک اصل عدالت کیفیتِ نفس ہے۔ جب کسی شخص میں یہ وصف پیدا ہوجاتا ہے تو اس سے ایسے اعمال صادر ہونے لگتے ہیں جن سے گھر، خاندان، محلہ، بستی، قبیلہ اور ملک کا نظام استوار ہوتا ہے اور وہ فطری طور پر انصاف پر مبنی کام کرنے لگتا ہے۔ پھر جب وہ انصاف پرور ہوجاتا ہے اور عدل و انصاف اس کی طبیعتِ ثانیہ بن

جاتی ہے تو اس کے اور ملائکہ کے درمیان ایک نقطۂ اشتراک پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اس کے اور مقربینِ بارگاہِ خداوندی یعنی حظیرۃ القدس کے فرشتوں کے درمیان بھی اشتراک ہو جاتا ہے اور ملائکہ کے انوار کے نزول کی اس میں استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ عدالت کا فائدہ مرنے کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔ جب ارواح اجسام سے الگ ہوتی ہیں تو جن افراد میں وصفِ عدالت کسی درجہ میں موجود ہوتا ہے ان کو انتہائی خوشی حاصل ہوتی ہے اور وہ ایسی روحانی لذت محسوس کرتے ہیں جو حسی لذتوں سے بالکل جداگانہ ہوتی ہے، لیکن اگر کسی شخص کا نفس عدل وانصاف سے عاری ہوتا ہے تو مرنے کے بعد اس پر تنگی کی جاتی ہے، وہ متوحش ہوتا ہے اور دکھ اور تکلیف اس کا مقدر بن جاتا ہے۔ ۱۶

دورِ جدید کے مفکرین پر شاہ ولی اللہؒ کا اثر

یہ اسلام کا کمال ہے کہ اس نے حسنِ اخلاق، محبت اور عفو و درگذر کی تعلیم ضرور دی، لیکن اسے ظلم کے خلاف جدّ و جہد اور انصاف کے قیام کی تگ و دو کی راہ میں حائل نہیں ہونے دیا۔ اس نے عدل کی پابندی فرد، معاشرہ اور ریاست کے لیے ہر حال میں لازم قرار دی، خواہ اس کی زد اپنے رشتہ دار پر اور خواہ پوری قوم پر پڑتی ہو۔ (ملاحظہ کیجیے المائدۃ: ۸، الانعام: ۱۵۲، النساء: ۱۳۵)

اسلام کے وسیع الاطراف تصورِ عدل کی جو عمرانیاتی تشریح شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنے نظریہ ارتفاق میں کی ہے اس سے دورِ جدید کے کم و بیش تمام مفکرین و مصلحین متاثر نظر آتے ہیں۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے عدل اور اسلامی نظامِ حیات کی جو حسین تعبیر اور تشریح پیش کی ہے، جسکی وجہ سے انھیں بجا طور پر دورِ جدید کا متکلم اسلام قرار دیا گیا ہے، وہ شاہ ولی اللہ کی فکر سے تاثر ہی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک عدل ہی اسلام کا مقصو ہے اور وہ آیا ہی اس لیے ہے تا کہ عدل قائم کرے۔ مولانا نے اس سے آگے بڑھ کر بڑے زوردار انداز میں یہ بات بھی کہی ہے کہ عدل قائم کرنے کے لیے اسکے سوا کچھ کرنا نہیں ہے کہ: ''اسلام، پورا کا پورا اسلام، بلا کم وکاست اسلام، قائم کر دیا جائے، عدل اسلام سے الگ کسی چیز کا نام نہیں ہے۔ اسلام خود عدل ہے۔ اسکا قائم ہو جانا اور عدل کا قائم ہونا ایک ہی چیز ہے''۔ ۱۷

وہ انفرادی آزادی کو انسانی شخصیت کی نشو و نما اور آخرت میں انسان کی جواب دہی سے مربوط قرار دیتے ہیں۔ اسی تصور کے حصول کے لیے وہ عدالتِ اجتماعیہ کی یوں وضاحت کرتے ہیں:

> ''افراد، خاندانوں، قبیلوں، برادریوں اور قوموں میں سے ہر ایک کو مناسب آزادی بھی حاصل ہو اور اس کے ساتھ ظلم و عدوان کو روکنے کے لیے مختلف اجتماعی اداروں کو افراد پر اور ایک دوسرے پر اقتدار بھی حاصل رہے اور مختلف افراد و مجتمعات سے وہ خدمت بھی لی جاسکے جو اجتماعی فلاح کیلئے درکار ہے''۔ ۱۸

مولانا مودودیؒ نے بہت تفصیل سے وضاحت کی ہے کہ اسلام آزادیٔ فرد کے حدود متعین کرتا ہے، انتقال

دولت کے شرائط بیان کرتا، صرف دولت پر پابندی لگاتا اور معاشرتی خدمت کے لیے صاحب نصاب پر زکوۃ عائد کرتا ہے۔ ساتھ ہی وہ ظلم کا استیصال کرتا، مصالح عامہ کے لیے قومی ملکیت کے حدود کی تعیین کرتا اور بیت المال میں تصرف کی شرائط بیان کرتا ہے۔ ۱۹

مولانا مودودیؒ نے سورۃ النحل کی آیت ۹۰ کے تحت عدل واحسان، قرابت داروں کے حقوق کی اہمیت اور فحشاء، منکر اور بغی کی جو نفیس تشریح کی ہے اس سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے۔ ۲۰

الاخوان المسلمون کے ممتاز مفکر، ترجمان اور ادیب شہید سید قطبؒ نے اس موضوع پر بڑی معرکہ آرا بحثیں کی ہیں۔ انھوں نے 'العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام' کے عنوان سے جو ضخیم کتاب تصنیف کی ہے وہ اسلامی ادبیات میں اس موضوع پر ایک بے بہا اضافہ ہے۔ انھوں نے تصور عدل کی تشریح کرتے ہوئے اسلام اور عیسائیت کا بڑا خوب صورت تقابل پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صفائے روحانی، مادی علائق سے بے نیازی اور صبر وتحمل کے سلسلے میں مسیحیت منتہائے کمال کو جا پہنچی۔ اس نے انسان کی روحانی زندگی کے اس پہلو کے سلسلہ میں وہ سب کچھ دکھایا جو کسی مذہب کے لیے ممکن ہوسکتا ہے۔ اس نے روح و وجدان کو بلندی و پاکیزگی عطا کی، قلب و ضمیر کی تطہیر کی اور انسان کو خواہشاتِ نفس پر اتنا قابو یافتہ بنا دیا کہ فکرِ آخرت دنیوی ضروریات پر بھی غالب آ گئی اور ان کی اصل منزل عالم خیال کی مقدس تمنائیں قرار پائیں۔ اس کی خاطر اس نے اجتماعی زندگی کو حکومتِ وقت کے حوالہ کر دیا کہ وہ اپنے سیکولر قوانین کے ذریعہ اس کی تنظیم عمل میں لائے۔'' ۲۱

اجتماعی عدل کی بنیادوں پر گفتگو کرتے ہوئے سید قطب آزادیٔ ضمیر، انسانی مساوات اور اجتماعی کفالتِ باہمی پر زور دیتے ہیں۔ وہ نظامِ حکومت کے قیام کے بغیر نظام عدل کی تنفیذ کو عبث سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حکام کی جانب سے عدل، محکوم کی طرف سے اطاعت، حکام اور محکوم کے درمیان مشاورت اور گفتگو کرنے کے ساتھ اسلام کے اقتصادی نظام کو بطورِ خاص انھوں نے موضوع بحث بنایا ہے۔ ۲۲

انھیں اس بات کی سنجیدہ فکر ہے کہ عالمِ اسلام کی نشأۃ ثانیہ ہو، اسلامی فکر کا احیاء کیا جائے، اسلامی ادب اپنے پورے خدوخال کے ساتھ وجود میں آئے اور اسلامی تاریخ کی تدوین جدید ہو، تاکہ دعوت اسلامی، رسول اکرم ﷺ اور مدنی معاشرہ کے مزاج سے مکمل آشنائی ہوسکے اور اس کے نتیجے میں دعوت اسلامی کے مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے اسلام کی از سر نو تعمیر ممکن ہوسکے۔ ۲۳

وہ اہلِ ایمان پر لازم قرار دیتے ہیں کہ وہ اس حقیقت کو سمجھیں کہ یہ دین ایک عقیدہ ہے جو الوہیت کو اللہ سبحانہٗ کے لیے مخصوص جاننے اور صرف اسی کو حاکم تسلیم کرنے سے عبارت ہے اور زندگی گزارنے کا ایک طریقہ ہے جو

ایک ایسے نظام سے عبارت ہے جو اس عقیدہ کا ترجمان ہو، ساتھ ہی ان کیلئے اس حقیقت کا ادراک بھی ضروری ہے کہ اسلام کا وجود موقوف ہو گیا ہے اور اولین کام یہ ہے کہ اسلام کو بہ طور عقیدہ از سر نو راسخ کیا جائے، تا کہ وہ ایک نظام کی صورت میں قائم ہو سکے۔ انھیں اس امر کا بھی یقین ہونا چاہیے کہ مستقبل اسی دین کیلئے ہے۔ اللہ ہمارا مددگار ہے۔ ۲۴

خلاصہ یہ کہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے عدل کا جو تصور پیش کیا ہے وہ تمام تر اسلامی تعلیمات پر مبنی ہے۔ اگر چہ انھوں نے اس کے لیے مخصوص الفاظ اور اصطلاحات استعمال کی ہیں، لیکن ان سب کی بنیادیں کتاب وسنت میں موجود ہیں اور ان کی فکر کا اثر واضح طور پر ان کے بعد آنے والے مفکرین کی تحریروں میں محسوس کیا جا سکتا ہے۔

حواشی و مراجع

۱۔ جعفری، سید اصغر علی شاہ، مشرق ومغرب کے سیاسی افکار، نیو بک پیلس چوک، اردو بازار، لاہور، غیر مورخہ، ص ۲۵

۲۔ حوالہ سابق، ص ۲۶ ۳۔ حوالہ سابق، ص ۲۵

۴۔ حوالہ سابق، ص ۱۰۷-۱۰۸ ۵۔ حوالہ سابق، ص ۶۳

۶۔ ڈاکٹر رابرٹ بریفالٹ، The Making of Humunity، لندن، ۱۹۱۹ء، ص ۳۳۱-۳۳۴

۷۔ حوالہ سابق، ص ۳۳۳-۳۳۴ ۸۔ حوالہ سابق، ص ۳۳۵-۳۳۶

۹۔ سعید احمد پالن پوری، رحمۃ اللہ الواسعۃ، شرح حجۃ اللہ البالغۃ، ج اول، مکتبہ حجاز دیو بند، ۲۰۰۱ء، ص ۲۱۷

۱۰۔ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغۃ، دار الکتب الحدیثۃ القاہرہ، جلد اول، ص ۸۰-۸۱

۱۱۔ حوالہ سابق، ص ۱۰۵ ۱۲۔ حوالہ سابق، ص ۱۰۹-۱۱۰

۱۳۔ حوالہ سابق، ص ۱۱۱ ۱۴۔ حوالہ سابق، ص ۱۱۲

۱۵۔ حوالہ سابق، ص ۱۱۲-۱۱۳ ۱۶۔ شاہ ولی اللہ، حوالہ بالا، ص ۱۱۳-۱۱۴

۱۷۔ مودودی، سید ابو الاعلیٰ، اسلامی ریاست، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹیڈ، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۶۰۹-۶۱۰، مزید ملاحظہ کیجیے، تفہیم القرآن میں سورۃ الحدید، آیت ۲۵ کی تفسیر

۱۸۔ مودودی، حوالہ سابق، ص ۶۱۳

۱۹۔ ملاحظہ کیجیے مودودی، حوالہ سابق، ص ۶۱۵-۶۲۱

۲۰۔ مودودی، سید ابو الاعلیٰ، تفسیر تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، جلد دوم، ص ۵۶۴-۵۶۷، سورۃ النحل

۲۱۔ سید قطب، اسلام میں عدل اجتماعی، مترجم ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، ۱۹۸۱ء، ص ۴۷

۲۲۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے سید قطب، حوالہ سابق، باب پنجم وباب ششم

۲۳۔ حوالہ سابق، ص ۴۴۶ ۲۴۔ حوالہ سابق، ص ۴۴۸

مولانا حذیفہ وستانوی*

رمضان المبارک کیسے گزاریں؟

ماہ رمضان المبارک نیکیوں کی فصل بہار کا نام ہے، تو ضروری معلوم ہوا کہ اکابرین کی کتابوں سے مستفاد کوئی ایسی تحریر منظر عام پر لائی جائے، جس میں ترتیب کے ساتھ یہ بتایا جائے کہ رمضان کیا ہے؟ رمضان کو رمضان کیوں کہا جاتا ہے؟ اور رمضان کیسے گزارا جائے؟ علامہ عبدالرحمٰن الجوزی، حضرت تھانوی اور دیگر اکابرین کے افادات سے چند ضروری باتیں قارئین تک پہنچائی جارہی ہیں تاکہ وہ رمضان کا حق کما حقہ ادا کرنے کی کوشش کریں اللہ ہم سب کو رمضان المبارک کی رحمتوں اور برکتوں سے مالا مال فرمائیں، آمین یارب العالمین۔

رمضان کیا؟ بعض علماء فرماتے ہیں کہ رمضان کو رمضان اس لئے کہا جاتا ہے کہ عام طور پر اس میں حرارت بڑھ جاتی ہے، اس لئے کہ رمضان کے معنی آتے ہیں جھلسا دینا، جبکہ دوسرے بعض علماء فرماتے ہیں رمضان کے معنی شدت حرارت کے ہے رمضان کو رمضان اس لئے کہا جاتا ہے کہ رمضان کے روزے کی برکت سے قلب پر رقت طاری ہوتی ہے اور اس رقت کی وجہ سے قلب مسلم میں حرارتِ فکر اور حرارتِ موعظت موجزن ہوتی ہے، اور آخرت کا تصور پختہ ہوتا ہے امام خلیل فراھیدی بصری فرماتے ہیں: کہ یہ رمضء سے ماخوذ ہے اس کے معنی گرم بالو اور ریت کے ہیں جب آدمی اس پر چلتا ہے تو اس کے پاؤں جھلس جاتے ہیں اسی طرح رمضان کی برکت سے گناہ خاکستر ہو جاتے ہیں ، جبکہ علماء کی ایک جماعت کہتی ہے کہ رمض کے معنی مطر کے ہے اور مطر کی وجہ سے چیز دھل جاتی ہے ایسے ہی رمضان کی برکت سے انسانی اعضاء سے گناہ دھل جاتے ہیں، الغرض رمضان مسلمانوں کے لئے نیکیوں کا موسم بہار اور گناہوں کے لئے موسم خریف ہے۔

صوم کیا ہے؟ صَامَ یَصُوْمُ صَوْمًا کے لغوی معنی ہے الامساک رکے رہنا، جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت مریم علیہا السلام کے قصے میں ہے فقولی انی نذرت للرحمن صوما (سورة مريم ٢٦)

اے مریم! تو پوچھنے والوں سے کہہ دینا کہ میں نے رحمٰن یعنی اللہ کے لئے نہ بولنے کا روزہ رکھا ہے، یعنی نہ بولنے کی منت مانی ہے۔

* استاذ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندوربار (مہاراشٹر)

صوم شرعی: صوم شرعی کہتے ہیں مسلمان کا صبح صادق سے لے کر غروب شمس تک نیت صوم کے ساتھ کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنے کو۔

شریعت مطہرہ میں روزے کی چند قسمیں:

(۱) صوم فرض: یعنی فرض روزہ جیسے رمضان المبارک کے روزے کہ یہ فرض ہیں۔

(۲) صوم ظہار: ظہار کا روزہ یعنی اگر کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہہ دے کہ تو مجھ پر میری ماں کی طرح، یا بہن کی طرح ہے تو اس پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی، اور کفارۂ ظہار واجب ہوگا۔

(۳) صوم نفل: وہ روزہ ہے جسے آدمی سال بھر میں کبھی بھی رکھے۔ (سوائے پانچ دنوں کے عیدین اور ایام تشریق)

(۴) صوم کفارہ جو شخص رمضان المبارک کے روزہ کو عمداً جماع کر کے یا کھا پی کر توڑ دے تو اس کی جگہ سال بھر میں کسی بھی وقت ساٹھ روزے مسلسل رکھنے ہوتے ہیں، اسے کفارۂ صوم رمضان کہا جاتا ہے۔

(۵) صوم کفارۂ یمین: کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائے اور پھر وہ کام نہ کرے یا کرے تو تین روزے رکھنے ہوتے ہیں جبکہ دس مسکین کو کھانا نہ کھلا سکے اور نہ ان کو کپڑے پہنا سکے۔

(۶) صوم فدیۂ اذی: یعنی حج کے موقع پر کسی شدید تکلیف کی وجہ سے حلق کے وقت سے پہلے حلق کر لے تو روزہ رکھے یا صدقہ کرے یا دم دیوے۔

(۷) صوم حج تمتع یا قران: یعنی حج تمتع یا قران کی صورت میں قربانی واجب ہوتی ہے، جو شخص اس پر قادر نہ ہو تو اس کے عوض دس روزے رکھنا ضروری ہے، تین روزے دسویں ذی الحجہ سے پہلے ختم کر دے اور جب حج کر چکے تو سات اس وقت رکھ لے، خواہ وطن آکر رکھ لے یا وہاں ہی رکھ لے۔ (بیان القرآن: ج۱/۱۲۶)

(۸) صوم نذر: یعنی منت کا روزہ۔

(۹) صوم جزاءِ صید: یعنی حالت احرام میں شکار کے کفارے کے طور پر رکھے جانے والے روزے۔

(۱۰) صوم اعتکاف منذور: یعنی نذر مانے ہوئے اعتکاف کے روزے۔

(۱۱) صوم مسنون: جیسے صوم عاشورا۔

(۱۲) صوم مستحب، جیسے ہر مہینے کے ایام بیض (یعنی ۱۳/۱۴/۱۵ تاریخ) کے روزے اسی طرح صوم داؤد (ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن افطار کرنا)۔

(۱۳) صوم مکروہ تنزیہی، جیسے صرف یوم عاشورا کا ایک روزہ۔

(۱۴) صوم مکروہ تحریمی، ایام تشریق اور عیدین کے روزے اور صرف یوم جمعہ کا روزہ۔

فرضیت صوم: قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: یا أیھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم،(سورۃ البقرہ آیت ۱۸۳) کتب علیکم کے معنی فرض علیکم یعنی تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، معلوم ہوا کہ روزہ فرض ہے ہر مکلف پر یعنی عاقل، بالغ مرد وعورت پر لہذا اگر کوئی شخص بغیر کسی عذر کے رمضان کا روزہ ترک کردے تو وہ تارک فرض یعنی گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوگا، جس کے بارے میں بے شمار وعیدیں احادیث مبارکہ میں وارد ہوئی ہیں۔

امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بابِ صوم میں تسہیل: حضرت سعید ابن جبیر فرماتے ہیں کہ امم سابقہ اور امت محمدیہ پر بھی روزے کا آغاز رات میں سونے سے پہلے ہی سے ہوجاتا تھا، لہذا صائم کے لیے اپنی بیوی سے مباشرت کرنا بھی جائز نہ تھا مگر بعد میں اللہ رب العزت نے امت محمدیہ پر رحم فرمایا، اور رخصت دی اس طرح کہ اب آغاز صوم غروب کے بعد رات سے نہیں بلکہ طلوع صبح صادق سے ہوگا اور رات میں اپنی بیوی سے ماہِ رمضان میں بھی مباشرت جائز ہوگی جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا''وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الأبیض من الخیط الأسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی الیل ''(سورۃ البقرہ:۱۸۷) کھاؤ اور پیو اس وقت تک کہ تم کو سفید خط صبح کا متمیز ہوجائے، سیاہ خط سے پھر رات تک روزے کو پورا کیا کرو۔(بیان القرآن:۱/۱۱۹) اسی طرح بیوی کے ساتھ جماع کے مباح ہونے کے بارے میں فرمایا:'' احل لکم لیلۃ الصیام الرفث إلی نسائکم'' تم لوگوں کے واسطے روزے کی رات میں اپنی بیبیوں سے مشغول ہونے حلال کردیا گیا ہے۔(بیان القرآن :۱/۱۱۹) کہ تمہارے لئے صیام لیل میں اپنی بیویوں کے ساتھ مباشرت حلال کی گئی، یہ دو سہولتیں ہوئی تیسری یہ کہ اگر کوئی شخص بھول کر کھاپی لے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:'' رفع عن امتی الخطاء والنسیان ''میری امت سے غلطی اور چوک پر مواخذہ اٹھالیا گیا اسی طرح اگر کوئی سفر میں ہو تو رخصت دی گئی اسی طرح شدید مرض کی صورت میں بھی رخصت دی گئی کہ صحت یابی کے بعد روزہ رکھے یہ سب سہولتیں ہیں، جو شریعت مطہرہ نے مسلمانوں کو عطا کی ہے ورنہ دیگر مذاہب کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا یا تو حد سے زیادہ چھوٹ دی گئی یا حد سے زیادہ سختی ہے جس میں روزہ برائے نام ہوتا ہے مثلاً، ہندو مذہب میں حالت اپاس میں فروٹ وغیرہ کھاسکتے ہیں اور نصاری کے یہاں کئی کئی دنوں کا مسلسل روزہ ہوتا ہے بعض اوقات انسان برداشت نہ کرکے مرجاتا ہے۔

حقیقتِ صوم: روزہ صرف کھانے پینے سے رکنے کا نام نہیں بلکہ روزہ نام ہے کھانے، پینے، جماع اور گناہ سے بچنے کا اسی لیے صوفیائے کرام فرماتے ہیں: کہ روزہ تین چیزوں کا ہوتا ہے (۱) صوم الروح، (۲) صوم العقل، (۳) صوم الجوارح۔

صوم الروح اسے کہتے ہیں: کہ انسان آرزؤں کے پل نہ باندھے۔

صوم العقل اسے کہتے ہیں: کہ انسان نفسانی خواہشات سے بچے۔

صوم الجوارح اسے کہتے ہیں: کہ انسان کھانے پینے جماع اور اسی طرح حسد، کذب اور فواحش سے بچے۔

امام عبدالرحمٰن بن الجوزیؒ فرماتے ہیں کھانے پینے سے باز رہے تو یہ بڑا کمال نہیں یہ تو عادت ہے اس لیے کہ زندگی میں بہت سے مواقع ایسے بھی آتے ہیں کہ انسان کو مشغولیت کی وجہ سے کھانے پینے کی فرصت بھی نہیں ملتی پھر وہ آگے فرماتے ہیں: جو شخص کھانے پینے کے ساتھ سود اور حرام خوری سے باز رہے، اور حلال کمائی سے افطار کرے تو اس کا روزہ عادت کے ساتھ عبادت بن جاتا ہے، اور اگر گناہوں سے اپنے آپ کو بچالے تو یہ روزہ اللہ کی خوشنودی کا باعث بن جاتا ہے، اور اگر مکروہات سے بھی پرہیز کرے اور انابت و توبہ میں دن بھر لگا رہے، تو روزہ انسان کے لیے باعث تقویٰ وطہارت بن جاتا ہے اور اگر غیبت و بہتان تراشی سے احتراز کرے اور دن بھر تلاوت کلام اللہ میں مشغول رہے، تو ایسا روزہ روزہ دار کو رشید یعنی نیک بخت بنا دیتا ہے، اور اگر روزہ خوشنودی کے ساتھ اور اللہ کا شکر بجالانے کے ساتھ رکھے تو انسان کو بے تحاشہ نیکیوں کا حق دار بنا دیتا ہے۔

دور حاضر میں دیکھا گیا کہ امت مسلمہ کا ایک طبقہ روزہ رکھتا ہی نہیں، اور جو طبقہ روزہ رکھتا ہے وہ گناہوں سے بچنے کا التزام نہیں کرتا، حالانکہ روزہ اصل نام ہی ہے گناہ صغیرہ و کبیرہ سے اپنے آپ کو بچانے کا لہذا صائم کے لیے ضروری ہے، کہ وہ حالت صوم میں اپنی زبان کی حفاظت کرے نہ کذب بیانی سے کام لے نہ غیبت کرے نہ بہتان تراشی میں مشغول ہو نہ لغو اور فضول باتوں میں اپنا وقت صرف کرے، بلکہ روزہ کی حالت میں یا تو تلاوت کرے یا ذکر اللہ میں مصروف رہے یا درود شریف کا ورد کرتا رہے، یا استغفار میں لگا رہے، اور اگر کچھ نہ کرے تو کم از کم خاموش بیٹھا رہے تو کہا جائے گا کہ اس نے زبان کا روزہ رکھا ہے اسی طرح گانے اور موسیقی اور لغویات کو سننے سے بھی مکمل اجتناب برتے تو اب کہا جائے گا کہ اس نے کان کا بھی روزہ رکھا ہے، اسی طرح آنکھوں کو بھی محرمات کے دیکھنے سے دور رکھے، نہ کسی غیر محرم کو دیکھے، نہ ٹی وی دیکھے، نہ کرکٹ کا میچ دیکھے اور نہ کوئی اور کھیل، یا فضول ٹی وی پروگرام دیکھے، اسلیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی غیر محرم عورت کی طرف ایک نظر عمداً دیکھے گا، اللہ تعالیٰ کل قیامت کے دن اس کی آنکھ میں آگ کی سلیاں ڈالوائینگے پھر اس کو جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔ (تنزیہ الشریعہ: ج ۲/۲۱۴، ابن عراقی)

صائم اپنے دونوں ہاتھوں کو بھی حرام چیز کی طرف بڑھانے سے بچائے رکھے، اور اپنے پیٹ کو بھی اور اپنے دونوں پاؤں کو بھی محرمات کی طرف پیش قدمی کرنے سے روکے رکھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے قدم اس لئے اٹھائے تاکہ کسی کے عیب کو فاش کرے، یا کسی کے راز کا افشا کرے تو اس کے پہلے قدم پر ہی اللہ تعالیٰ اسے جہنم

میں ڈالنے کا فیصلہ فرماتے ہیں، اور پھر کل قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے اللہ تعالیٰ اس کے پوشیدہ گناہوں کو بیان کردینگے اور پھر اس کو جہنم میں ڈالنے کا فیصلہ کردیا جائے گا۔ (بستان الواعظین وریاض السامعین: ص ۱۹۹)

اپنی شرم گاہ کو فواحش سے دور رکھے، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا مسلمان عورت سے، یا کسی بھی عورت سے زنا کا ارتکاب کریگا تو اللہ رب العزت کل اسکی قبر میں جھنم کے تین سو دروازے کھول دینگے، ان دروازوں میں سے لاتعداد سانپ اور بچھو اس کی قبر میں داخل کئے جائیں گے اور آگ کے شعلے بھی اس کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے، اس طرح قیامت تک سانپ بچھو اس کو کاٹتے رہیں گے اور جہنم کے شعلوں میں جلتا رہے گا، یہاں تک کہ جب قیامت قائم ہوگی اور اس کو قبر سے اٹھایا جائیگا اور جب وہ حشر کے میدان میں آئے گا تو اس کی شرم گاہ سے ایسی بدبو اٹھ رہی ہوگی کہ تمام لوگ اس سے پریشان ہوجائیں گے پھر اس کو جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا، جب اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا اہل جہنم بھی اس کی بدبو سے پریشان ہوجائیں گے جبکہ وہ لوگ خود سخت عذاب میں مبتلا ہونگے۔ (بستان الواعظین وریاض السامعین/ص ۱۹۹)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو شخص کسی مسلمان پڑوسی کی عورت سے زنا کریگا وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پاسکے گا، جب کہ جنت کی خوشبو پانچ سو مسافت کی دوری سے محسوس کی جاتی ہے۔ (ایضاً/ص ۹۹)

اور ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زنا کرنے والا چھ قسم کے عذاب سے دوچار ہوتا ہے ان میں سے تین کا تعلق دنیا سے ہے، اور تین کا تعلق آخرت سے، دنیوی تین مصیبتیں یہ ہیں (۱) اس کا وقار چھن جاتا ہے (۲) زانی سخت فقیری سے دوچار ہوتا ہے (۳) عمر میں یا تو کمی واقع ہوجاتی ہے یا برکت اٹھالی جاتی ہے اور اخروی تین عذاب یہ ہیں (۱) اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوجاتے ہیں، (۲) وہ بدترین اور سخت ترین حساب سے دوچار ہوگا (۳) اور جہنم میں داخل کردیا جائے گا۔ (بحوالہ الترغیب والترہیب، منذری: ج ۳/ص ۲۷۱)

غرض یہ کہ روزہ اسی وقت روزہ ہوگا، جبکہ ان تمام چیزوں کا خیال رکھا جائے اللہ ہم سب کو ایسا روزہ رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے جس سے اللہ راضی ہوجائے

رمضان کیوں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لکل شئی باب وباب العبادات الصیام (کنز العمال حدیث نمبر ۲۳۵۹۱ اور اتحاف السادۃ المتقین ۴/۱۹۲) گویا رمضان المبارک کی مشروعیت شریعت نے اسلئے رکھی کہ رمضان المبارک کے روزہ کی برکت سے عبادات کا جذبہ اور گناہوں سے بچنے کا داعیہ پیدا ہو، اس لئے یہ امر مشاہد ہے کہ جب آدمی روزہ رکھنے کا ارادہ کرتا ہے تو اگلے دن شام ہی سے نیت کرلیتا ہے، پھر اس نیت کی برکت سے مغرب وعشاء کی توفیق ہوتی ہے، پھر جب سحری کیلئے بیدار ہوتا ہے تو تہجد پڑھنے کی توفیق میسر آتی ہے، پھر سوچتا ہے

چلو فجر پڑھکر لیٹیں گے پھر جب مسجد میں وقت سے پہلے آجاتا ہے، تو سوچتا ہے چلو قرآن پاک کی تھوڑی سی تلاوت کریں، پھر تلاوت میں لگ جاتا ہے، تلاوت سے فارغ ہوتا ہے تو پہلی صف میں پہنچنے کی کوشش کرتا ہے کہ تکبیر اولیٰ کے ساتھ فجر کی نماز ادا کرنی ہے، پھر بعد نماز فجر درس قرآن ہورہا ہو تو تھوڑی دیر اس میں بیٹھ لیتا ہے، یوں دن کی آغاز ہی سے بکثرت فرائض وواجبات کے ساتھ سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق مل جاتی ہے گویا وہ روزہ کی برکت سے عبادت کے دروازے میں داخل ہوجاتا ہے، اس اعتبار سے رمضان کی آمد بندۂ مومن کے لئے رحمت ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے رمضان کا نظام بنایا کہ بندے اسی بہانے سے ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور طاعت کی طرف آجائیں جو زندگی کا اصل مقصد ہے گویا رمضان کی

آمد کیا ہوتی ہے کہ مقصد حیات کی یاد دہانی ہوجاتی ہے اللہ ہمیں رمضان المبارک کی برکات سے خوب مالامال کرے۔ آمین!

مذکورہ پیریگراف سے پتہ چلتا ہے کہ رمضان مقصد حیات کی یاد دہانی کیلئے مشروع کیا گیا ہے، یہ پہلا جواب تھا، اب دوسرا جواب بھی معلوم کرتے چلیں، حضرت یحییٰ ابن معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر جوع یعنی بھوک بازار میں بیچی جاتی تو مرد سب سے پہلا کام بازار میں داخل ہوتے ہی یہ کرتا کہ اس کو خرید لیتا اور بس، مگر قربان جایئے شریعتِ مطہرہ پر، کہ اس نے مسلمانوں پر ماہ صیام یعنی رمضان کی مشروعیت کر کے جوع یعنی بھوک کے مسئلے کو حل کردیا، معلوم ہوا کہ جوع یعنی بھوک ایک عجیب نعمت ہے، جو انسان کے لئے بظاہر اگرچہ مصیبت ہے مگر حقیقت میں رحمت ہی رحمت ہے، خاص طور پر مسلمان کے لئے اگر آپ انسانی اور حیوانی زندگی پر غور وفکر کریں تو آپ محسوس کرینگے کہ یہ ساری چلت پھرت اور ہل چل اس بھوک کو دور کرنے کے لیے ہورہی ہے، جانور بھی صبح سویرے اپنے گھونسلوں اور دروں اور غاروں سے نکل پڑتے ہیں، تا کہ پیٹ کی بھوک کا مسئلہ حل کریں، یہ تو ہوا دنیا کا حال ، آخرت میں سب سے بڑا عذاب اہل جہنم کے لئے بھوک ہی ہوگی، اور وہ اس کو برداشت نہیں کرسکیں گے، لہذا انہیں جو دیا جائے گا جیسا دیا جائے گا وہ اس کو کھانا شروع کردیں گے، گویا مومن کو رمضان کی آمد سے جہنم کے اشد عذاب کی ایک جھلک دکھلائی جاتی ہے کہ وہ روزہ سے جب بھوکا ہو تو آخرت کی بھوک کو یاد کرلے اور یوں جہنم سے بچنے کی تدبیریں اپنانے لگے، گویا روزہ تذکیر نار کا سبب ہے، ویسے بھی جوع (بھوک) حکماء اور فلاسفہ کے یہاں بھی مفید ہے اور دیگر مذاہب میں بھی مجاہدہ کیلئے اسی کا سہارا لیا جاتا ہے، اور آج سائنس نے بھی اس کے فوائد بکثرت بیان کردیئے ہیں، لہذا روزے کی اور رمضان المبارک کی آمد بدنی بیماریوں کی شفاء کے ساتھ آخرت کے عذاب سے چھٹکارے کا بھی سبب ہے، اب بتاؤ روزہ یہ ظلم ہے یا رحمت؟

۴) رمضان کی آمد تذکیر مقصدِ حیات اور تذکیر جوع جہنم کے ساتھ ساتھ اغنیاء یعنی مالداروں کے لئے سامان عبرت بھی ہے کہ جب روزہ کی وجہ سے سخت پیاس اور بھوک سے دوچار ہوگا تو اسے اپنے فقیر انسانی بھائیوں پر رحم آئے گا اور یوں وہ انکی امداد پر آمادگی کے ساتھ ساتھ اللہ کا شکر بجالائے گا اور شکر بجالانے اور صدقہ خیرات کی وجہ سے اس کو دنیا اور آخرت کی بھلائیاں میسر آئیں گی۔ (فیض ابرار)

ایک مہینے ہی کے روزے کیوں؟ عبدالرحمٰن الجوزی فرماتے ہیں: کہ وقوف پل صراط کی مدت تیس سال ہے، لہذا اگر کوئی شخص برابر اہتمام کے ساتھ ہر ماہ رمضان میں روزے رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ان سالانہ تیس روزوں کی برکت سے پل صراط کا تیس سالہ سفر آسان کردینگے، اور یوں کل میدان حشر میں عزت وکرامت سے ہمکنار کردینگے

رمضان کیسے؟ اب رمضان المبارک کا مہینہ کیسے گذارا جائے اس سلسلے میں ہم چند فضائل ومسائل وادعیہ ماثورہ اور چند وعیدیں اور منہیات کو ذکر کرنے جارہے ہیں، دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو اعمال صالحہ کے ساتھ رمضان المبارک گذارنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

فضائل رمضان المبارک: ماہ رمضان المبارک امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیہ وسلام پر کیسے اول تا آخر خیر ہی خیر لیکر وارد ہوتا ہے، لہذا مسلمان مرد وعورت کو ماہ مبارک کو غنیمت جاننا چاہئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی عظیم ہستی جن کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کردئے گئے تھے، وہ بھی دو ماہ قبل ہی سے رمضان المبارک کی تیاریاں شروع فرماتے تھے، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم رجب المرجب کا چاند دیکھتے تو فرماتے" اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِی رَجَبَ وَشَعْبَانَ وبلّغنا إلیٰ رَمَضَان "کہ اے اللہ ہمارے لیے رجب اور شعبان میں برکتیں عطا فرمایئے اور ہماری زندگیوں کو رمضان تک دارز فرمادیجئے پھر بکثرت روزے رکھنا شروع کردیتے یہاں تک کہ اکثر شعبان کا پورا مہینہ روزے رکھتے، اور رویت ہلال رمضان ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دن رات کی عبادت میں اضافہ ہوجاتا تھا جوہری جوہر کو پہچان سکتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی والا صفات رمضان کی حقیقت کو جانتی تھی اور اس کی ویسی قدر بھی کرتی تھی۔

ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:" لو یعلم الناس ما لھم فی شھر رمضان لتمنوا أن تکون السنة کلّھا رمضان" اگر لوگوں کو رمضان المبارک میں اللہ کے طرف سے دیئے جانے والے اجر کا علم ہوجائے تو وہ تمنا کرنے لگیں کہ پورا سال رمضان ہو تو کتنا اچھا ہوتا؟ اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین نے دریافت کیا یارسول اللہ ہمیں بتلانے کی زحمت فرمائیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إنّ الجنة لتزین من الحول إلی الحول لدخول شھر رمضانَ، فاذا کانت اول لیلة من رمضان ھبت

ريح من تحت يسمع العرش يقال لها المثيرة فتصفق ورق الجنان و خلق المصارح فيسمع ذالك طينن لم يسمع السامعون احسن فه فتزين الحور العين ثم يقفن بين شرف الجنة فيُنا دِيْنَ: هل من خاطب لنا إلىٰ الله فيزوجه؟ ثم يقلن: يا رضوان ما هذه الليلة؟ فيجيبهن با لتلبية: يا خيرات حسان، هذه أول ليلة من شهر رمضان، فتفتحت أبواب الجنان صائمين من امة محمد صلى الله عليه وسلم، و يقول الله تعالىٰ: يا رضوان افتح أبواب الجنان للصائمين و القائمين من أمة محمد صلى الله عليه وسلم ولا تغلقها حتىٰ ينقضى شهر هم هذا.

رمضان کے استقبال کے لیے ایک سال تک جنت کومزین کیا جاتا ہے جب رمضان المبارک کا ہلال افق سماء پر جلوہ گر ہوتا ہے، تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا جاری ہوتی ہے، جس کو مُثیرہ کہا جاتا ہے، وہ ہوا جنت کے درختوں سے جب ٹکراتی ہے، تو ایسی بہترین آواز نکلتی ہے کہ اس جیسے آواز کسی نے کبھی سنی نہ ہوگی، دوسری جانب حورعین بننا سورنا شروع کردیتی ہیں اور پھر وہ جنت میں ٹیلوں پر چڑھ جاتی ہیں اور ندا لگاتی ہیں کہ کوئی ہمارے ساتھ نکاح کا خواہشمند ہے جس کا نکاح اللہ ہم سے کردے، پھر جنت کے داورغہ رضوان سے پوچھتی ہیں، کہ یہ کونسی رات ہے؟ رضوان کے جواب دینے سے پہلے وہ خود کہنے لگتی ہے اور گنگنانے لگتی ہے۔

اے مجسم خیرات وحسان یہ ہے شب رمضان آج کھول دیئے جائیں گے ابواب جنان (جنت کے دروازے) امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صائمین کے لیے اور اللہ رب العزت رضوان داروغہ جنت کو حکم دیتے ہیں کہ اے رضوان! جنت کے دوراز ے کھول دو امت محمدیہ کے روزے داروں اور شب بیداروں کے لیے اور ماہ مبارک کے اختتام تک اسے بند نہ کرنا۔

فإذا كان اليوم الثانى اوحى الله تعالى إلى مالك خازن النار يا مالك أغلق أبواب النيران عن الصائمين والقائمين من أمة محمد عليه أفضل الصلوة و السلام و لا تفتحها حتىٰ ينقضى شهرهم هذا، فإذا كان فى اليوم الثالث أمر الله جبريل عليه السلام ان اهبط إلىٰ الأرض فصفد مردة الشياطين و عتاة الجن، و غلّهم فى أغلال، ثم اقذف بهم فى لجج البحار كى لا يفسدوا علىٰ امة محمد حبيبى صيامهم۔

پھر جب رمضان کی دوسری تاریخ شروع ہوتی ہے تو اللہ رب العزت مالک داروغہ جہنم کو حکم دیتے ہیں، کہ جہنم کے دروازے امت محمدیہ کے روزہ داروں اور شب بیداروں کے لیے بند کردو اور ماہ مبارک کے اختتام تک اسے بند ہی رہنے دینا، پھر رمضان المبارک کا تیسرا روزہ شروع ہوتا ہے تو جبرئیلؑ کو حکم دیتے ہیں کہ جبرئیل دنیا کا رخ کرو

اور سرکش شیاطین اور جنوں کو قید کردو ان کو بیڑیوں میں جکڑ دو، اور پھر انہیں سمندر کی تہہ میں ڈال دو، تاکہ میرے پیارے محمد ﷺ کی امت کے روزہ داروں میں خلل نہ ڈال سکے۔ (بستان الواعظین اور ریاض السامعین: ۲۰۴، ۲۰۵)

یہ ایک طویل روایت ہے جس میں رمضان المبارک کے فضائل کو ذکر کیا گیا اس ماہ میں اجر وثواب کا اندازہ لگانا مشکل ہے، اس ماہ میں گناہوں پر ابھارنے والے شیاطین کو بھی مقید کردیا جاتا ہے تاکہ آسانی کے ساتھ روزہ دار عبادت میں مشغول ہوجائے، پھر اگر کوئی شخص اس مبارک ماہ میں بھی گناہ کرتا ہے تو اس کے اپنے نفس کی شرارت کے علاوہ کچھ نہیں، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: ''اللھم إنا نعوذبک من شرور أنفسنا و من سیأت أعمالنا'' اے اللہ تو ہماری حفاظت فرما، ہمارے اپنے نفس کی شرارت سے اور ہمارے برے اعمال کے وبال سے۔ ایک دوسری روایت میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **ان للّٰہ ملکاً راسہ تحت العرش، عرش رب العالمین ورجلاہ فی تخوم الأرضین له جناحان أحدهما با لمشرق ر الآخر بالمغرب أحدهما من یاقوتة حمراء، والآخر من زبر جدة خضراء ینادی کل لیلة من شهر رمضان.**

هل من تائب فیتاب علیه؟ هل من مستغفر فیغفر له ؟ هل من طالب حاجة فیسعف بحاجته. یاطالب الخیر أبشرو یاطالب الشرعی أقصر و أبصر.

(أخرجه ابن الجوزی فی العلل المتناهیة ۲/۴۲)، بحواله بستان الواعظین وریاض السامعین ص ۲۰۴)

بیشک اللہ تعالیٰ کا ایک خاص فرشتہ ہے جس کا سر عرش خداوندی کے نیچے اور اس کا پاؤں ساتوں زمین کی تہہ میں ہے اس کے دو پر ہیں، ان میں ایک مشرق اور دوسرا مغرب میں ایک سرخ یاقوت سے بنا ہوا ہے اور دوسرا سبز زبرجد سے، رمضان المبارک میں وہ ہر رات میں یہ ندا لگاتا ہے، ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ اس کی توبہ قبول کی جائے ہے کوئی مغفرت کا طلب گار کہ اس کی بخشش کردی جائے، ہے کوئی طالب حاجت کہ اس کی حاجت روائی کی جائے، اے طالب خیر! خوش ہوجا اور طالب شر، بس کر، اور سوچ سمجھ کر قدم اٹھا۔

یہ فضائل رمضان المبارک کے بارے میں کیسی جامع روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کا رمضان اول سے لے کر آخر تک صرف اور صرف خیرات میں گذرنا چاہئے انابت اور استغفار مومن کو اس ماہ میں بکثرت کرنا چاہئے اور اپنی تمام ضرورتوں کو صرف بارگاہ خداوندی میں پیش کرنا چاہئے دربدر کی ٹھوکریں کھا کر مخلوق کے آگے الحاح و زاری کے ساتھ دستِ سوال دراز کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے اور گنہگار کو اس ماہ میں متنبہ ہونا چاہئے، جس طرح نیکی پر اس ماہ میں اجر وثواب کا اضافہ ہوتا ہے۔ وہیں سزا وعذاب میں بھی اضافہ ہوتا ہے وعیدوں کے عنوان سے قریب ہی میں روایات ذکر کی جائیں گی امام عبدالرحمان ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ ''ان العبد المؤ من

إذاقام فی رمضان الی السحور فتوضأ وصلی رکعتین جعل الله تعالی خلفه سبعة صفوف من الملائكة، فإذا فرغ ودعا آمنوا علی دعائه، ویکتب الله تعالی له بعددهم حسنات ویرفع له فی الجنة بعددهم درجات، ویمحوعنه بعددهم سیئات، ثم لایزالون یدعون و یستغفرون له إلی یوم القیامة" (بستان الواعظین و ریاض السامعین: ۲۰۶)

بندۂ مومن جب سحری کھانے کیلئے بیدار ہوتا ہے وضو کرتا ہے پھر دو رکعت نماز کی نیت باندھ کر اللہ کے حضور میں کھڑا ہو جاتا ہے تو اسی وقت اللہ اسکے پیچھے ملائکہ کی ایک جماعت کو کھڑے ہونے کا حکم دیتا ہے اور وہ سات صفیں بنا کر کھڑے ہو جاتے ہیں، جب وہ نماز سے فارغ ہو کر دعا کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے اور دعا میں لگتا ہے، تو فرشتے اس کی دعا پر آمین کہتے رہتے ہیں اللہ رب العزت اس شخص کے نامۂ اعمال میں ان فرشتوں کی تعداد کے برابر نیکیاں درج کروادیتے ہیں اور اتنے ہی گناہ اسکے نامۂ اعمال سے مٹادیے جاتے ہیں، پھر ملائکہ کی یہ مقدس جماعت اس شخص کے حق میں دعا اور استغفار میں لگ جاتی ہے اور قیامت تک وہ اسی طرح دعائیں اور استغفار کرتی رہے گی (اللہ اکبر)

ایک اور روایت میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص رمضان المبارک کا روزہ رکھے، خاموش رہے اور اپنی زبان، کان اور ہاتھ اور دیگر تمام اعضاء بدنی کو محرمات اور گناہوں سے دور رکھے، نہ کذب بیانی کرے، نہ غیبت کرے اور نہ کسی کو تکلیف پہونچائے، تو کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اتنا قریب ہوگا کہ بالکل اس کے گھٹنے ابراہیم خلیل اللہ کے گھٹنے سے مل جائیں گے، اور اس کے اور عرشِ خداوندی کے درمیان صرف ایک فرسخ یا ایک میل کا فاصلہ رہ جائے گا (اللہ اکبر) (العلل المتناهیة: ۲/۵۰) حدیث مذکور میں صوم کی برکت سے صائم کے لیے ازدیادِ تقرب خداوندی کا پتہ چلتا ہے، اور خداوند قدوس کا تقرب مؤمن کے لئے سب سے بڑی نعمت ہے، جس کو ام النعم بھی کہا جائے تو کم ہوگا، اس لئے کہ دنیا میں انسان اپنا سب سے بڑا اعزاز اسی میں تصور کرتا ہے کہ اس کو کسی بادشاہ، کسی دنیوی یا دینی، یا علمی شخصیت کا تقرب حاصل ہو جائے، اسی جذبۂ نفسِ انسانی کو واقعۂ فرعون سے بھی سمجھا جا سکتا ہے، جب کہ فرعون نے جادوگروں کو جمع کیا، تو انہوں نے فرعون سے کہا: "إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِينَ" کیا ہمارے غلبہ اور کامیابی کی صورت میں ہمیں کوئی انعام بھی دیا جائے گا؟ تو فرعون نے جواب میں کہا تھا: "قال نعم انکم إذا لمن المقربین" جی ہاں میں تمہیں اپنا مقرب بنالوں گا، تو دیکھئے فرعون کا بادشاہ ہونے کے ناطے اس کا تقرب بطور انعام کے انہیں دینے کا وعدہ کرنا، اور پھر ان کا اس پر کوئی اعتراض نہ کرنا دلیل ہے اس بات کی تقرب عظماء بہت بڑا انعام ہے تو اللہ رب العزت کا تقرب کتنا بڑا انعام ہوگا۔

فضائل رمضان المبارک کے متعلق چند احادیث یہاں ذکر کی گئیں اس کے علاوہ بھی بیشمار احادیث فضائل

رمضان کے سلسلے میں کتب حدیث میں موجود ہیں، جو فضائل اعمال اور دیگر فضائل کی کتابوں سے معلوم کی جاسکتی ہے، اللہ رب العزت ہم سب مسلمانوں کو برکات رمضان سے بہرہ ور فرمائے آمین۔

رمضان المبارک کی ناقدری پر وعیدیں: رمضان المبارک کی قدردانی پر جہاں بہت سی احادیث فضائل بیان کی گئیں، وہیں اس کی ناقدری پر بھی بڑی سخت وعیدیں بیان کی گئی ہے، ذیل میں چند وعیدوں پر مشتمل احادیث شریفہ کو بیان کیا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقع پر منیٰ میں وعظ کے دوران ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میں میزان کے پاس کھڑا ہوں گا، اس دوران میری امت کے نوجوان کو لایا جائے گا، فرشتے اس کی خوب پٹائی کررہے ہوں گے، وہ میرے ساتھ لپٹ جائے گا اور کہے گا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری مدد فرمائے میری مدد فرمائیے، تو میں ملائکہ سے دریافت کروں گا اس کا گناہ کیا ہے؟ ملائکہ جواب دیں گے اس شخص نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا تھا مگر اس کی قدر نہیں کی تھی، بلکہ اس میں بھی گناہوں میں لگا رہا اور پھر توبہ بھی نہ کی، یہاں تک کہ اچانک موت کے پنجے نے اس کو آدبوچ لیا، میں اس جوان سے پوچھوں گا کہ کیا تو نے قرآن کی تلاوت کی تھی؟ تو وہ جواب دے گا میں نے سیکھا تو تھا، مگر اس کو فراموش کردیا یعنی بھلا دیا اور پڑھا نہیں تھا تو میں کہوں گا، اے نوجوان! تیرا ناس ہو، تیرا ناس ہو، تیرا بیڑا غرق ہو، یہ تو نے کیا کیا؟

پھر وہ برابر مجھ سے التجاء والتماس کرتا رہے گا اور ملائکہ اس کو گھسیٹتے رہیں گے، میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کی شفاعت کروں گا اور کہوں گا، کہ اے الہ العالمین! یہ بیچارہ میری امت کا نوجوان ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: اے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مدمقابل بڑا ہی مضبوط اور قوی ہے میں دریافت کروں گا، اے پروردگار وہ کون ہے؟ میں اس کو راضی کرنے کی کوشش کروں گا اللہ رب العزت فرمائیں گے: اس کا مدمقابل رمضان ہے، تو میں کہوں گا کہ میں اس شخص سے بری ہوں جس نے رمضان المبارک کو بھلا دیا، اس شخص کی کون سفارش کرے جو رمضان المبارک کی حرمت کا پاس ولحاظ نہ رکھے، تب اللہ رب العزت بھی ارشاد فرمائیں گے، میں بھی بری ہوں اس شخص سے جس سے آپ بری ہیں، نتیجۃً اس کو جہنم میں ڈھکیل دیا جائے گا۔

اعاذنا اللہ منہا! برادران اسلام! ذرا دیکھو، تو سہی کیسی سخت ترین وعید ہے، اس شخص کے لیے جو رمضان المبارک جیسے عظیم ماہ مبارک کو غفلتوں کے ساتھ گذار دے، نہ تو قرآن کی تلاوت کرے، نہ روزہ رکھے، نہ عبادت کرے، اللہ کے بندوں! اس ماہ کی قدر کرو، اس غفلت اور لایعنی امور سے مکمل اجتناب برتو، کثرت سے استغفار کرو، اس ماہ مبارک کی ایک ایک گھڑی تسبیح، نماز اور تلاوت وغیرہ میں صرف کرو، اللہ ہم سب کو رمضان کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائیں، اور غفلت اور ناقدری سے ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔ آمین!

جنرل مرزا اسلم بیگ
سابق چیف آف آرمی سٹاف پاکستان

امریکی جنرل میک کرسٹل کا اصولی اعتراض

ایک سپاہی کو اعلیٰ سویلین اور عسکری قیادت کے فیصلوں سے اختلاف کرنے کا پورا حق حاصل ہے لیکن اس کا ایک اصول اور طریق کار متعین ہے۔ جس طرح سے جنرل میک کرسٹل نے اپنے اختلافات کا اظہار کیا ہے' اس کی ایک اعلیٰ فوجی افسر سے توقع نہیں کی جا سکتی۔ شاید حالات کی تلخی کے سبب ان کے اعصاب شل ہو چکے ہیں اور وہ اپنی قوت فیصلہ سے محروم ہو چکے ہیں جیسا کہ ان کے ایک قریبی ساتھی نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ''ان میں ایسے سخت ترین حالات میں سب کو ساتھ لے کر کام کرنے کی صلاحیت نہ تھی۔ ایک مخصوص گروپ کے ساتھ کام کرتے تھے اور کثیر مقدار میں شراب نوشی نے ان کے اعصاب پر برا اثر ڈالا ہوگا'' لیکن اس واقعہ کے پس منظر میں کئی اور حقائق پوشیدہ ہیں جن کا تجزیہ کرنا ضروری ہے۔

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ صدر اوبامہ نے صدارتی انتخابی مہم کے دوران دو وعدے کئے تھے' پہلا یہ کہ وہ افغانستان میں جاری بے مقصد اور ظالمانہ جنگ کو ختم کرتے ہوئے وہاں سے فوجیں نکال لیں گے اور مسئلہ کشمیر کا منصفانہ حل تلاش کریں گے لیکن قصر صدارت میں پہنچتے ہی وہ ان وعدوں سے منحرف ہو گئے۔ عسکری اعلیٰ قیادت اور دفاعی اسلحہ ساز لابی کے دباؤ میں آ کر انہوں نے افغانستان کے مسئلہ کو عسکری طاقت کے بل بوتے پر حل کرنے کی راہ اختیار کی حالانکہ وہ آسانی سے یہ کہہ سکتے تھے کہ ''صدر بش نے افغانستان میں کارروائی مکمل کر لی ہے' لہٰذا میں نے افغانستان سے فوجیں واپس بلانے کا فیصلہ کیا ہے۔''

یقیناً اس فیصلے کو نیٹو اور امریکی عوام پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے۔ دوسری جانب مسئلہ کشمیر کے حل کے سلسلے میں بھارتی لابی نے ان پر اس قدر دباؤ ڈالا کہ انہوں نے رچرڈ ہالبروک کی ذمہ داریاں صرف افغانستان اور پاکستان کے معاملات تک ہی محدود رکھیں۔

بلاشبہ جنرل میک کرسٹل اپنی ناکامیوں پر دل برداشتہ تھے کیونکہ وہ ان توقعات پر پورا نہ اتر سکے تھے جو ان سے وابستہ تھیں جیسا کہ جنرل پیٹریاس نے عراق میں کامیابیاں حاصل کی تھیں' حالانکہ افغانستان اور عراق کے حالات میں بہت فرق ہے۔ جنرل پیٹریاس نے عراق میں نسلی اور فروعی اختلافات کو ہوا دے کر شیعہ سنی آبادی کے مابین

تفریق پیدا کی جس سے نسلی اور فروعی فسادات اور ٹارگٹ کلنگ کا سلسلہ شروع ہوا۔سنی مزاحمت کاروں کو بھاری رشوت دے کر مزاحمت کو کمزور کیا۔اور مرضی کی حکومت بنانے میں کامیاب ہوئے۔اس کے برعکس افغانستان میں کسی قسم کے نسلی اور فروعی اختلافات نہیں ہیں۔یہاں پختون اکثریت بیرونی جارح قوتوں سے برسرپیکار ہے اور شمالی اتحاد جو کہ اقلیتوں پر مشتمل ہے۔امریکی ٹینکوں پر سوار ہو کر افغانستان پر قابض ہوا اور اب جارح قوتوں کے ہمراہ وہ بھی شکست سے دوچار ہے۔افغانی جہادیوں نے یہ جنگ جیت لی ہے اس لئے قیام امن کے شرائط طے کرتے ہوئے اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا ازبس لازم ہے۔ڈیوڈ ملی بینڈ نے بالکل صحیح رائے دی ہے کہ ”حقدار قبائل اور نسلی گروہوں کو سیاسی عمل میں کلیدی کردار سونپا جانا چاہیے اور قیام امن کے حوالے سے غالب آنے والے فاتحین کو اقتدار میں شامل کیا جانا نہایت ضروری ہے۔

جنرل میک کرسٹل کی ناکامی کا اعتراف دراصل اوبامہ کی جیت ہے کیونکہ صدر اوبامہ نے اپنے فوجی جرنیلوں کو کھل کر جوہر دکھانے کے مکمل اختیار دیئے تھے۔مگر اب وہ بھی ہمت ہار چکے ہیں اور فوجیں نکالنے کی حکمت عملی اختیار کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔انہیں اس حقیقت کا اعتراف کر لینا چاہیے کہ عسکری طاقت کے ذریعے افغانستان کو مغلوب نہیں کیا جاسکتا۔اس آٹھ سالہ طویل ”ظالمانہ اور بے مقصد جنگ کو پرامن طریقے سے ختم کرنے کے لئے امریکہ کو چاہیے کہ سیاسی عمل شروع کرے اور اس سلسلے میں مناسب اور بروقت اقدامات اٹھائے۔پہلے قدم کے طور پر طالبان کے ساتھ گفت وشنید کی راہ اپنائی جانی چاہیے۔تاکہ باہمی اعتماد کے فقدان کا خاتمہ ہو اور بنیادی مسائل رضامندی سے حل کئے جائیں مثلاً: قابض فوجوں کے افغانستان سے انخلاء کے ٹائم فریم کا تعین' فائر بندی کا اعلان' طالبان کی تحریک آزادی پر عائد پابندیوں کا خاتمہ' نئے نظام قائم کرنے کے عزم سے سیاسی سمجھوتے کی راہیں ہموار کرنا۔یہ ایسے اقدامات ہیں جو اگر خوش اسلوبی سے طے نہ کئے گئے تو ان کے انتہائی مہلک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

کرزئی حکومت طالبان سے گفت وشنید کے سلسلے میں کردار ادا کر سکتی ہے۔طالبان لوئی جرگہ بلانے پر رضامند ہو کر قومی حکومت کی تشکیل اور مستقبل کے سیاسی ڈھانچے کے لئے نیا آئین بنانے پر متفق ہو سکتے ہیں۔اس سلسلے میں دیگر اہم اور توجہ طلب مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

- ☆ افغانستان کی آزادی کے بعد امریکہ اور افغانستان کے تعلقات کی نوعیت کیا ہوگی۔
- ☆ مستقبل کی افغان حکومت کو دنیا کے تمام ممالک کے ساتھ سفارتی' اقتصادی اور سماجی وثقافتی تعلقات قائم کرنے کی آزادی حاصل ہو۔
- ☆ دیگر ممالک کے خلاف افغان سرزمین استعمال نہ ہونے کی ضمانت۔
- ☆ اقوام متحدہ' امریکہ' نیٹو اور روس کی جانب سے افغانستان میں جنگ کی تباہ کاریوں کا معاوضہ ادا کرنے اور

تعمیر نو کے لئے مناسب منصوبہ بندی کا وعدہ۔

اسی (۸۰) کی دہائی میں پاکستان کے افغانستان کے ساتھ بہترین دوستانہ تعلقات قائم تھے۔لیکن افغانیوں کے اعتماد کو اس وقت ٹھیس پہنچی جب ۱۹۹۰ء میں پاکستان نے آئی ایس آئی کو امریکی دباؤ پر افغانستان کے معاملات سے الگ کر دیا۔دوسرے مرحلے میں آئی ایس آئی کے وہ اہم عہدیدار جن کے مجاہدین کے ساتھ اچھے مراسم تھے' انہیں ہٹادیا گیا۔لیکن پاکستان کی سلامتی کو سخت خطرہ اس وقت لاحق ہوا جب ۲۰۰۳ء میں جنرل مشرف نے آئی ایس آئی سمیت دیگر ملکی ایجنسیوں کو سوات' دیر' باجوڑ' فاٹا اور بلوچستان کے سرحدی علاقوں میں کام کرنے سے روک کر یہ علاقے امریکی سی آئی اے کے حوالے کر دیئے اور اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے افغانستان میں قائم بھارتی جاسوس ادارے بھی اس کے ساتھ مل گئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارا تمام سرحدی علاقہ غیر ملکی جاسوس ایجنسیوں کی آماجگاہ بن کر رہ گیا۔ان غیر ملکی جاسوسی ایجنسیوں کی سازشی کارروائیوں کی وجہ سے ملک میں انتشار پھیلا' یہاں تک کہ پشاور اور اسلام آباد کو شدید خطرات لاحق ہو گئے تھے۔اور بلوچستان میں تو باقاعدہ بغاوت کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

یہ حالات پاکستان کی سلامتی کے لئے شدید خطرات کا باعث تھے' ۲۰۰۸ء میں قائم ہونے والی نئی حکومت نے ان علاقوں میں حکومت کی عملداری قائم کرنے کے لئے عسکری طاقت کے ذریعے سوات' دیر' باجوڑ اور جنوبی وزیرستان کے علاقوں کو دہشت گردوں اور عسکریت پسندوں سے پاک کرنے کے لئے فوجی آپریشن کا فیصلہ کیا۔پاک آرمی کی کارروائی کی کامیابی کا دارومدار انٹیلی جنس اداروں کے اشتراک اور مکمل تعاون سے ہی ممکن تھا اور یہ سب اسی وقت ممکن بنایا جاسکتا ہے جب اپنے تمام علاقوں کو امریکی سی آئی اے 'را' موساد کے اثرات سے پاک نہ کر دیا جاتا۔ اب ان علاقوں میں ہماری انٹیلی جنس ایجنسیوں نے مکمل کنٹرول حاصل کر لیا ہے۔فوجی آپریشن کی کامیابی کے لئے یہ بے حد ضروری قدم تھا اور یہی وجہ ہے کہ ان پر عسکریت پسندوں کے ساتھ روابط کے الزامات عائد کئے جا رہے ہیں۔ اس کامیابی کے باوجود میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ افغان طالبان اور ہماری انٹیلی جنس ایجنسیوں کے مابین باہمی اعتماد کے فقدان کو کم کرنے میں کوئی مدد ملی ہے کہ نہیں۔طالبان' ملا عمر کی قیادت میں مکمل طور پر متحد ہیں اور ملا عمر ہماری وعدہ خلافیوں کے باوجود پاکستان کے لئے نرم گوشہ رکھتے ہیں۔لیکن ان کی زیر قیادت نوجوان طالبان' حکومت پاکستان' پاکستانی افواج اور آئی ایس آئی کو قابل اعتماد نہیں سمجھتے۔اس لئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ پاکستان کے لئے امریکہ اور طالبان کو مذاکرات کی میز پر لانے کے لئے کون سا راستہ کھلا ہے اور خصوصاً غیر ملکی افواج کے افغانستان سے انخلاء کے بعد قیام امن کے حوالے سے پاکستان کو جو کلیدی کردار ادا کرنا ہے وہ کس طرح ممکن ہوگا۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ افغانستان میں حکومت کی تبدیلی اور قیام امن کے مسئلہ پر پاکستان نے وہی موقف اختیار کیا ہے جو امریکہ کا ہے یعنی ' افغانستان میں ایسی حکومت قائم ہو جس پر طالبان کی اجارہ داری نہ ہو اور اس حکومت

کو تمام پڑوسی ممالک کی حمایت بھی حاصل ہو۔''

یہ کمزور اور غیر حقیقت مندانہ موقف ہے۔ طالبان جنگ جیت چکے ہیں اور انہیں کو حکومت بنانے کا حق ہے۔ انہیں ماضی میں بھی دھوکہ دیا گیا جب سوویت یونین کی فوج پسپا ہوئی تو انہیں اقتدار سے دور رکھا گیا۔ پھر ۲۰۰۱ء میں جب نئی حکومت بنائی گئی تو دوبارہ طالبان کو اقتدار میں حصہ نہ ملا۔ اب تیسری بار انہیں دھوکہ دینے کی سازشیں ہو رہی ہیں لیکن اس بار طالبان دھوکے میں نہیں آئیں گے۔ لہٰذا حکومت پاکستان کو سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا ہوگا ورنہ افغانستان میں امن کی تمام کوششیں ناکام ہو جائیں گی۔ اور پاکستان کی مشکلات میں اضافہ ہوگا۔

جنرل میک کرسٹل آپ کا شکریہ کہ آپ نے افغانستان سے امریکی فوجوں کے انخلاء کے سلسلے میں آسانیاں پیدا کر دی ہیں اور ''افغانستان کے پہاڑوں کی چٹانوں سے پتھر لڑھکنا شروع ہو گئے ہیں۔'' اگر میری یادداشت ٹھیک ہے تو شاید آپ ہی نے چند سال قبل کہا تھا کہ: ''افغانستان کی ہر چیز سخت ہے خواہ وہ افغانستان کے پہاڑ ہوں' افغانی عوام ہوں یا ان کی قوت مزاحمت'' واقعی آپ نے درست کہا تھا۔

مولانا محمد ابراہیم فانیؔ
مدرس جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک

ماہِ صیام

خیر و برکت کا مہینہ آفریں ماہِ صیام — تحفہء رحمان بہر مومنیں ماہِ صیام
اس مہینے میں ہوا نازل کتابِ آخریں — مژدۂ رحمت برائے مذنبیں ماہِ صیام
واسطے یہ امت احمدؐ کے ہے انعام خاص — روح پرور دلکشا و دلنشیں ماہِ صیام
کیسے پرانوار ہیں ساعات رمضاں یا عجب — ہے مکمل سر بسر نورِ مبیں ماہِ صیام
اس کا ہر لمحہ ہے وجد و شوق میں ڈوبا ہوا — باعث صد ناز دیں شرع متیں ماہِ صیام
خود حضور پاکؐ کا فرمان ہے شہر عظیم — اس کے بارے میں ہے فانی کیا حسیں ماہِ صیام

مولانا سید محمد یوسف شاہ
جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

بزم قاسمیؒ دیوبند کی ایک اور شمع بجھ گئی

حضرت مولانا قاضی عبداللطیف کلاچویؒ کی وفات

افسوس کہ بزم قاسمیؒ اور محفل شیخ الہندؒ اور حضرت مدنیؒ کی ایک ایک شمع خاموش ہوتی جارہی ہے برطانوی سامراج کے استیصال اور مسلمانوں کی دینی وفکری قیادت کے لئے دارالعلوم دیوبند نے جو لشکر جرار تیار کیا اس کا ایک ایک اولوالعزم سپاہی اٹھتا جارہا ہے' یادگار اسلاف محرک شریعت بل حضرت استاد محترم مولانا قاضی عبداللطیف صاحبؒ کا وجود بھی انہی ارباب عزیمت اور علمبرداران علماء حق میں سے تھا۔ آپ پچھلے ہفتہ ۱۳رجولائی بروز منگل صبح چھ بجے ڈیرہ اسماعیل خان ڈسٹرکٹ ہسپتال میں موت کی اٹل حقیقت کو لبیک کہتے ہوئے فانی دنیا سے رخصت ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

دل کو یقین نہیں آتا مگر یہ تو حقیقت ہے اور اس حقیقت سے کسی کو فرار نہیں کہ ایک دن ہر کسی نے اس فانی دنیا سے رخصت ہونا ہے۔ وفات کی اطلاع حضرتؒ کے نواسے قاضی محمد الیاس نے فون پر دی میڈیا اور جمعیت کے ذمہ داران اور کارکنان کو اطلاع دینے کی خواہش ظاہر کی۔ احباب کو ٹیلیفون کے ذریعہ اطلاع دینا شروع کی اور سات سات ٹی وی چینلو کو خبر دی اسی وقت تمام ٹی وی چینل پر خبر چلی پوری ملک سے فون شروع ہوگئے۔ جنازے کا ٹائم ابھی طے نہیں تھا حضرت کی میت ابھی کلاچی نہیں پہنچی تھی۔ استاد محترم یادگار اسلاف حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب سے رابطہ کیا تو بتایا گیا کہ جنازہ ساڑھے پانچ بجے عصر کو مدرسہ نجم المدارس کلاچی میں ہوگا' قائد جمعیت استاد محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کو ڈرڈر کے وفات کی خبر دی اور جنازہ میں شرکت کے بارے میں مشورہ کیا' حضرت قاضی صاحب کا تعلق تو پورے ملک کے علماء' صلحا' دینی وملی راہنمایان سے تھا۔ لیکن قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے ساتھ ان کا تعلق دوسروں سے مختلف جداگانہ اور مثالی تھا۔

سن ۱۹۸۰ء سے تایوم وفات یہ طویل رفاقت رہی جب ۱۹۸۰ء میں حضرت قاضی صاحب اور قائد محترم وفاقی مجلس شوریٰ کے ارکان منتخب ہوئے' تو شوریٰ کے اندر مختلف نظریات کے لوگ موجود تھے' اکثر ارکان سیکولر قسم کے تھے لیکن اس ایوان میں حضرت قاضی صاحب اور قائد محترم نے ۶۰ کے قریب دینی وملی اور شرعی اقدامات متفقہ طور پر

منظور کرائے اور اسے آٹھویں ترمیم کے ذریعہ آئین پاکستان کا حصہ بنوانے میں کامیاب ہوئے جو آج تک ملک اور اسلام دشمن عناصر سے ہضم نہیں ہو سکتے۔ پوری مغربی دنیا اور جنرل پرویز مشرف اور موجودہ حکمرانوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ لیکن الحمدللہ ابھی تک کامیاب نہ ہو سکے۔ توہین رسالت ایکٹ امتناع قادیانیت آرڈیننس ایکٹ۔ حدود آرڈیننس احترام رمضان آرڈیننس زکوٰۃ آرڈننس جداگانہ انتخابات‘ قرارداد مقاصد کو دیباچہ کے بجائے آئین کا حصہ بنانا اس کی چند مثالیں ہیں۔

۱۹۸۵ء میں دونوں حضرات سینٹ کے ممبر منتخب ہوگئے ایوان میں پہنچتے ہی مشہور زمانہ شریعت بل پیش کیا‘ اور دس سال تحریک چلا کر تمام تر مخالفتوں کے باوجود بالآخر سینٹ سے شریعت بل منظور کرایا۔

دیوبند سے فراغت کے بعد مدرسہ نجم المدارس کلاچی میں درس و تدریس کے ساتھ ساتھ سیاست کے خاردار میدان میں قدم رکھا۔ علاقہ پر خوانین کا مکمل قبضہ تھا ہر طرف جہالت اور خان ازم کا دور دورہ تھا۔ دوسری طرف وہ میدان سیاست میں تنہا تھے‘ حضرت مولانا مفتی محمودؒ مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں پڑھا رہے تھے۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب‘ حضرت مولانا علاؤالدین صاحب اور حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب نے جمعیت علماء اسلام کی بنیاد رکھی۔ سن ۱۹۶۲ء میں عائلی قوانین کے خلاف دور ایوبی میں ڈیرہ اور پشاور جیل میں تین مہینے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں حکومت وقت نے ہر قسم کی پیشکشیں کیں۔ لیکن استقامت کا یہ پہاڑ جھک نہ سکا۔

اسی سال حضرت مفتی صاحب قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوگئے اور یہ مسلم حقیقت ہے کہ حضرت مفتی صاحب مرحوم کی ڈیرہ اسماعیل خان میں کامیابیوں میں حضرت قاضی صاحبؒ کی کوششوں اور اثر و رسوخ کا بنیادی حصہ تھا۔ حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی وفات کے بعد جمعیت علماء اسلام کی دو دھڑوں میں تقسیم ہونے کے بعد انہوں نے جمعیت علماء اسلام (س) میں آخری دم تک قائدانہ کردار ادا کیا۔ انہوں نے پوری زندگی ملک و ملت کی دینی اور سیاسی خدمات میں خرچ کی‘ ملک کی سیاست اور بین الاقوامی مسائل میں اللہ تعالیٰ نے انہیں بے مثال بصیرت‘ تدبر‘ اور اصابت رائے سے نوازا تھا۔

وہ جمعیت علماء اسلام کی نظریاتی تشخص قائم رکھنے اور جمعیت کو مفادات کی سیاست سے پاک رکھنے پر زور دیتے تھے۔

۲۰۰۱ء کے بعد جب ایم ایم اے کی حکومت بنی تو اس وقت حضرت قاضی صاحبؒ اس کے صوبائی صدر تھے۔ حکومت بنتے ہی صوبائی مجلس عاملہ اور صوبائی کابینہ کا اجلاس بلا کر وزراء اور وزیر اعلیٰ کو منت سماجت کی کہ خدارا متحدہ مجلس عمل جن عظیم مقاصد اور نظریات کے لئے بنی ہے اور عوام نے ہم پر اعتماد کر کے یہاں تک پہنچایا ہے‘ اب ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم ان مقاصد کو مدنظر رکھ کر حکومت کریں لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ متحدہ مجلس کے بعض نادان اراکین پٹڑی سے اتر گئے اور نظریات کی سیاست کو چھوڑ کر مفادات کی سیاست کو اپنا لیا تو انہوں نے کسی کی پرواہ کئے بغیر ایم ایم

اے کے اندر شدت سے اختلاف کا اظہار کیا۔

ہمارے جمعیت کے اجلاسوں میں اکثر رو رو کر فرماتے تھے کہ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے علماء نے بھی نظریات کو چھوڑ کر مفادات اور دوسرے لوگوں کی طرز کی سیاست کو اپنا لیا' متعدد بار ایم ایم اے کے مرکزی اجلاسوں یں مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور قاضی حسین احمد سے فرمایا کہ اصل مقاصد کی طرف لوٹ آئیں۔ جنرل مشرف کی جب ایم ایم اے نے حمایت کی اور ایل ایف او کو آئین کا حصہ بنانے میں ساتھ دیا تو سب سے پہلے جمعیت علماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں جس کی صدارت انہوں نے فرمائی تھی۔ ایم ایم اے سے براءت کا اعلان کیا۔ اور قائد جمعیت کو پابند بنایا کہ آئندہ اس نے کسی اجلاس میں شریک نہیں ہونا ہے۔ اس وقت ایم ایم اے کے بعض ذمہ داران نے مختلف پیشکشیں کیں لیکن قاضی صاحب نے تمام تر پیشکشوں کو ٹھکرا دیا اور اپنے نظریہ پر استقامت سے قائم رہے یہ کوشش بھی کی گئی کہ ان کو قائد جمعیت سے الگ کریں' لیکن انہوں نے دوٹوک الفاظ میں انکار کر کے فرمایا کہ مولانا سمیع الحق کا ساتھ میں اس لئے دے رہا ہوں کہ وہ اپنے اکابر کی نظریاتی اور دینی سیاست کی ترجمانی کر رہا ہے۔ اور ہمارا جو مشن ہے۔ اس کو احسن طریقہ سے چلا رہا ہے' جمعیت سے محبت' تعلق اور دلچسپی کا یہ عالم تھا' کہ شدید بیماری کے باوجود ہر روز ٹیلیفون پر پوچھتے رہے' قائد جمعیت کی سرگرمیوں اور مصروفیات کے بارے میں لمحہ بہ لمحہ بندہ رپورٹ بتا رہا۔ حال ہی میں دورہ جنوبی پنجاب کے دوران دن میں دس دس دفعہ فون کیا۔

سیاسی بصیرت کا یہ عالم تھا کہ تقریباً پندرہ سال پہلے انہوں نے قبائل کے بارے میں خدشات کا اظہار شروع کیا تھا' تقاریر اور بیانات میں قبائل کو مستحکم اور مضبوط بنانے پر زور دیتے تھے' اور اسے بازوئے شمشیر زن اور پاکستان کا آہنی دروازہ سمجھتے تھے' ہم حیران تھے کہ قاضی صاحبؒ کو کیا ہو گیا کہ ہر وقت اس مسئلہ کو لئے ہوئے ہیں۔ اس وقت قبائل میں کوئی گڑ بڑ نہیں تھی اور نہ تصور تھا اور نہ یہ نقشہ کسی کے وہم و گمان میں تھا۔ مجھے کئی بار حکم دیا کہ قبائل کا دورہ کریں' اور علماء کو منظم کریں اور قائد جمعیت کا دورہ کرائیں اور تقاریر میں برملا فرماتے تھے کہ میں قبائل کو جو ہمارا مضبوط اور آہنی ہاتھ ہے' اپنے سے ٹوٹا ہوا دیکھتا ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ کفری دنیا قبائل کو نشانہ بنا کر پاکستان کو کمزور کرنا چاہتی ہے۔

قائد جمعیت نے جب بھی کسی قومی ملی مسائل اور پاکستان کو درپیش مشکلات کے بارے میں قدم اٹھانے کا ارادہ کیا ہے تو سب سے پہلے مشورہ کے لئے فون حضرت قاضیؒ کو کیا۔ اور ان سے مشاورت کی۔ اور انہی کے مشورہ پر عمل کیا۔ متحدہ ریعت محاذ' عورت کی حکمرانی کے خلاف متحدہ علماء کونسل' متحدہ دینی محاذ' ملی یکجہتی کونسل اور آخر میں دفاع افغانستان و کستان کونسل اور متحدہ مجلس عمل کے قیام میں قائد جمعیت کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑا رہے اور ہمیشہ یہی موقف تھا کہ جودہ کفری یلغار اور امریکی مداخلت اور ظلم و ستم کا مقابلہ اکیلے نہیں کیا جا سکتا ہے' اس کا مقابلہ صرف اتحاد سے کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ اتحاد سیاسی مفادات اور حصول اقتدار کے لئے نہ ہو' ان کی یہ خواہش تھی کہ ختم نبوت کا پلیٹ فارم غیر متنازعہ

ہے اگر اس پلیٹ فارم کو ہم مضبوط کریں اور اسی پر کام شروع کریں تو ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ ہماری بدقسمتی سمجھو کہ اس وسیع اور عظیم پلیٹ فارم کو بھی بعض نادان لوگوں کی وجہ سے متنازعہ بنانے کی کوشش کی گئی حالانکہ ان حالات میں کہ ایک طرف پورے ملک میں ہمارے مسلک دیوبند کو خاص طور پر نشانہ بنایا جارہا ہے اور فرقہ واریت کی آگ میں دھکیلنے کی سازشش کی جارہی ہے۔ باوجود اس کے کہ ہمارے اکابر نے ہر موقع پر وضاحت کی ہے کہ ان باتوں پر ہم یقین نہیں رکھتے۔ بالخصوص قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب نے متعدد بار کہا ہے کہ یہ جھگڑے بریلوی دیوبندی کے نہیں' یہ امریکی سازش ہے' امریکہ نے ہمیں ڈرون حملوں اور طاقت سے سرینڈر نہیں کیا۔ اب فرقوں میں بانٹ رہے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ آگ گھر گھر تک پہونچ جائے گی اور جو کام ڈرون حملوں سے نہیں ہوسکتا وہ باآسانی ہوجائے گا' حضرت قاضیؒ صاحب کی یہ خواہش پوری نہیں ہوئی ایک مہینہ پہلے جب چیک اپ کے لئے اسلام آباد تشریف لائے تھے' تو واپسی پر اکوڑہ خٹک تشریف لائے قائد محترم کی رہائش گاہ میں تین گھنٹے قیام کے دوران کئی بار مجھے فرمایا کہ قائد محترم کو ایک بار پھر اللہ کا نام لے کر تمام جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کرنے کی کوشش کرنی چاہیے وہ سمجھتے تھے کہ اللہ کے فضل وکرم سے پاکستان کے تمام دینی سیاسی اور جہادی طاقتیں قائد جمعیت کے علاوہ کسی اور کے کہنے اور دعوت پر جمع نہیں ہوتیں اور نہ کبھی کسی نے جمع کی ہیں پاکستان میں تقریباً ۳۰ سال سے جب بھی کوئی اتحاد بنا ہے تو اس کا سہرا مولانا سمیع الحق کے سر ہے۔

حضرت قاضی صاحبؒ کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے ایسی بے بہا اور بے حد وحساب صلاحیتیں جمع فرمادی تھیں' جنہوں نے واقعی انہیں اس عہد کی تاریخ ساز شخصیت بنا کر رکھ دیا تھا' وسیع النظر عالم روشن دماغ اور روشن ضمیر رہنما' ہمت و استقامت کے کوہ گراں' جرات وشجاعت کے سد آہنی جب کسی موقف پر ڈٹ جاتے تو پرائے کیا اپنوں نے اگر ہزار اختلاف رائے ظاہر کیا' لیکن آپ کی سختی اور استقامت کو ذرا بھر جنبش نہ ہوتی اور وہ گردوپیش سے متاثر ہوئے بغیر اپنا سفر جاری رکھتے۔

سن ۱۹۸۸ء میں جب جماعت نے قاضی صاحب کا ڈیرہ اسماعیل خان سے قومی اسمبلی کا الیکشن لڑنے کا فیصلہ کیا اور قاضی صاحب کا داخلہ کرایا گیا۔ تو بہت سے لوگوں نے منع کرنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے یہی جواب دیا کہ ہمارا مقصد کامیابی اور ناکامی نہیں بلکہ ہمارا مطمح نظر عوام الناس کو حقائق اور جمعیت کی نظریاتی اور فکری سیاست سے آگاہ کرنا ہے' اور ہمیں اکثر یہ نصیحت فرماتے تھے کہ سیاست عبادت ہے اگر نیت صاف ہو اور مفادات کے حصول کا ذریعہ نہ ہو انہوں نے فرمایا کہ ایک زمانہ تھا کہ جب لوگ پارٹیوں اور جماعتوں میں مفادات لیتے تھے تو عوام اور پارٹی اراکین اس کو بری نظر سے دیکھتے تھے لیکن آج اگر کوئی مفادات اور مراعات نہیں لیتے ہیں' تو سب لوگ اسے بیوقوف سمجھتے ہیں۔ سیاست میں اس انقلاب پر وہ بے حد پریشان اور غمزدہ تھے۔

قاضی صاحبؒ حقیقت میں اکابر دیوبند کی آخری نشانی تھے' ان کی سیاست' مجاہدے' زہد وتقویٰ بصیرت استقامت ہر ایک پہلو پر کوئی لکھنا چاہیے تو میرے خیال میں ہر کسی کیلئے احاطہ مشکل ہوگا۔ اور کسی نے خوب کہا کہ کون کون سی ادا اور کون کون سی خوبی ہے جس سے ہمارے ان بزرگوں کا گلشن حیات مالا مال نہیں حضرت قاضی صاحب کی ایک بڑی نایاب ونادر خوبی سیاست کے ہنگاموں' سٹیج کے شورش کے ساتھ ساتھ زہد وریاضت اور اوراد وظائف شب بیداری' اور اپنے رب سے سوز وگداز کے روابط کا برقرار رکھنا تھا۔ جو اس دور میں عنقا ہے۔ وہ بلاشبہ باللیل رہبان وبالنھار فرسان (رات کو راہب دن کو شہ سوار) کا نمونہ تھے ساری زندگی سیاست میں گزاری 20 سال کم وبیش مختلف ایوانوں کے ممبر رہے۔

چار سال ضیاء الحق مرحوم کے بااختیار وفاقی مجلس شوریٰ کے ممبر' 6 سال سینٹ کے رکن' 3 سال نظریاتی کونسل کے ممبر۔ 3 سال مرکزی زکوٰۃ کونسل کے رکن رہنے کے باوجود کسی بدترین مخالف کو بھی یہ ثابت کرنے کی ہمت نہ ہوئی کہ حضرت قاضی صاحبؒ نے اپنی ذات کے لئے کچھ نفع اٹھایا' بنگلے پرمٹ اور پلاٹ حاصل کئے' جب سینٹ کے ممبر تھے تو اس وقت حکومت نے تمام ممبران کو اسلام آباد میں رعایتی قیمت سے پلاٹ دیئے' تمام ممبران نے پلاٹ لئے لیکن حضرت قاضی صاحب نے اس سے بھی انکار کیا۔ میں نے جب استفسار کیا کہ حضرت نے یہ پلاٹ کیوں نہیں لیا' یہ تو آپ کا جائز حق تھا' تو انہوں نے فرمایا کہ ہم اسلام آباد پلاٹوں کے لئے نہیں صدائے حق بلند کرنے آتے ہیں' اور اس میں الحمدللہ کامیاب ہوگئے ہیں۔ نہ تو وہ بکے نہ جھکے۔ ایک رائے قائم ہوئی اور اس پر ایسے ڈٹ گئے کہ ساری دنیا ایک طرف اور ان کی عزیمت ایک طرف' نہ اپنوں کی خفگی کی پرواہ نہ کسی کو خوش کرنے کی خواہش' وہ یقیناً پندرہویں صدی کے اس قافلہ صدق وصفا اور کاروان جہاد عزیمت کے آخری جرنیل تھے۔

اس ہمہ گیر محبوب شخصیت جس کی صحبتوں اور محبتوں' خلوت او رجلوت اور سفر وحضر کی رفاقتوں اور کفش برداریوں کا اس غمزدہ کو ایک طویل موقع اللہ تعالیٰ نے دیا' کا یکایک دنیا سے اٹھ جانا قیامت صغریٰ سے کسی طرح کم نہیں۔ خاص کر میرے لئے انتہائی مشکل ہے' تقریباً دس سال بحیثیت صوبائی جنرل سیکرٹری ان کے ساتھ کام کرنے کا جو موقع اللہ تعالیٰ نے عطا کر دیا وہ میرے لئے یقیناً مشعل راہ بن سکتا ہے۔

حضرت قاضی صاحبؒ کی جس دن وفات ہوئی۔ ان دنوں صوبہ سرحد میں شدید گرمی تھی' اکثر احباب گھبرا رہے تھے کہ جنازہ میں شدید گرمی ہوگی لیکن اللہ کے فیصلے کچھ اور ہوتے ہیں' جیسے ہی ہم قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق کی قیادت میں اکوڑہ خٹک سے نکلے' اچانک بادل چھاگئے اور کلاچی تک سورج نظر نہیں آرہا تھا۔ برادرم مولانا حامد الحق حقانی' مولانا عرفان الحق حقانی' شفیق الدین فاروقی' حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی' مولانا عبدالحسیب حقانی' مولانا حافظ عید محمد صاحب ہم سب انکے ہمراہ تھے۔ کرک سے مولانا عبدالوہاب ملنگ' مولانا امام محمد' مولانا نادر علی' مولانا

محبوب الہیٰ‘ مولانا سکندر‘ مفتی حسین احمد قائد بھی قافلہ میں شامل ہوگئے۔ تاجہ زئی میں ضلع لکی مروت کے جید علماء مولانا حبیب اللہ حقانی‘ مولانا مفتی محمد انور شاہ‘ شیخ الحدیث‘ مولانا اصلاح الدین حقانی‘ مولانا عبدالرحمن جامی‘ حضرت مولانا محمد عمر خان‘ مولانا عبدالغفار اور دیگر علماء بھی منتظر تھے۔

قائد محترم جنازہ سے ایک گھنٹہ پہلے ان علماء کے ساتھ جب پہنچے تو فوراً مدرسہ نجم المدارس تشریف لے گئے جہاں جنازے کا اہتمام کیا تھا۔ علماء کے اصرار اور مطالبے پر قائد جمعیت نے ہزاروں شرکاء جنازہ سے خطاب کیا اور حضرت قاضی صاحبؒ کی علمی دینی سیاسی اور پارلیمانی خدمات پر تفصیلی روشنی ڈالی اور ان کی علمی‘ دینی‘ سیاسی خدمات پر انہیں خراج عقیدت اور خراج تحسین پیش کیا۔

حضرت قاضی صاحبؒ کے جنازہ میں زیارت اور کاندھا دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ فقر وقناعت‘ زہد و تقویٰ‘ جہاد وسیاست‘ حمیت وشجاعت کا یہ گنج گرانمایہ سپرد خاک کردینے کے بعد حضرتؒ کے حجرہ میں قائد جمعیت نے پریس کانفرنس سے خطاب کیا اور علماء‘ فضلاء ملاقات کرکے واپس روانہ ہوگئے۔ واپسی میں راستہ میں جامعہ حلیمیہ پیزو میں کچھ دیر قیام کیا۔ طلباء نے قائد محترم کا مدرسہ سے باہر دو رویہ کھڑے ہوکر نعروں کے گونج میں استقبال کیا۔ اور مدرسہ لے جایا گیا۔

استاد محترم کے بارے میں آخر میں اتنا عرض کرتا ہوں کہ ان کا وجود اس پُرفتن دور میں ہمارے لئے مشعل راہ تھا۔

دارالعلوم دیوبند میں دیگر اساتذہ کے علاوہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا۔ زندگی بھر اس تلمذ کو وہ باعث افتخار وسعادت سمجھتے رہے۔

وہ اس وقت پاکستان میں دیوبند کے دو چار گنے چنے فضلاء میں سے تھے ان کی وفات سے علمی و دینی حلقوں میں بالخصوص جمعیت علماء اسلام میں صف ماتم بچھ گئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی انکی بے لوث مثالی شخصیت اور کردار کو نمونہ بنانے کی توفیق نصیب فرماویں۔

؎ ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں	بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لئے
؎ کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو	تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے
؎ شاید میرا وجود ہی سورج تھا شہر میں	میں چھپ گیا تو کئی گھروں میں جلے چراغ

مولانا محمد الیاس محی الدین ندوی بھٹکلی

تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو سہی مسلماں بھی ہو؟

(نئی نسل کا اسلام پر اعتماد ملت کا اہم ترین مسئلہ)

مجھے اس وقت اپنے بچپن میں جب میری عمر غالباً پندرہ سولہ سال تھی اپنے گھر میں والد صاحب مرحوم کی طرف سے روزانہ منگوائے جانے والے اخبارات میں صفحہ اول پر شائع ہونے والی ایک تصویر رہ رہ کر یاد آرہی ہے، جس میں ہندوستان کے سابق صدر گیانی ذیل سنگھ اپنی عین صدارت کے دوران جس پر وہ ۱۹۸۲ء تا ۱۹۸۷ء فائز تھے ایک دن اپنے مذہبی مرکز گردوارہ ٹیمپل امرتسر پنجاب میں مندر کے باہر دروازہ پر بیٹھ کر کنارے رکھے ہوئے زائرین کے جوتوں کو صاف کررہے تھے، یہ سزا ان کو سکھوں کی مذہبی قیادت کی طرف سے گولڈن ٹیمپل پر فوجی حملے میں حکومت ہند کے ساتھ شریک ہونے کی وجہ سے دی گئی تھی اور ان کے مذہبی مرکز کے تقدس کی پامالی کا کفارہ ان سے اس صورت میں کرایا جارہا تھا جس کو انھوں نے بسروچشم اپنے عہدے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے قبول بھی کیا، ابھی کچھ دن پہلے ہماری موجودہ صدر جمہوریہ محترمہ پرتیبھا پاٹل کی ایک تصویر بھی نظر سے گذری جس میں وہ ہمارے ایک مسلم پڑوسی ملک کی خاتون ممبران پارلیمنٹ سے ملاقات کررہی تھیں، محترمہ سر سے پیر تک ہندو مذہب سے تعلق رکھنے کے باوجود اتنی پردہ پوش تھی کہ فل آستین کی بلاوز میں ٹخنوں سے نیچے تک ساڑی میں ایسی ملبوس تھیں کہ پیر کے ناخن تک نظر نہیں آرہے تھے، سوائے ان کے چہرے اور ہتھیلیوں کے ان کا پورا جسم ڈھکا ہوا تھا، ان کی یہ تصویر ہمیں ان کے بیرونی ممالک کے سفر میں بھی نظر آئیں اور خود ہمارے ملک میں یورپی سربراہوں کے استقبال میں بھی، لیکن افسوس کہ دوسری طرف ہماری جن مسلم بہنوں کا وہ استقبال کررہی تھیں بحیثیت مسلم خواتین شریعت کی ہدایات کے مطابق ان میں سے کسی کا سر ڈھکا ہونا تو دور کی بات اکثروں کی گردنیں اور بعضوں کے سینے بھی ان کی بے حیائی اور آزادیٔ فکر کا واضح ثبوت دے رہے تھے اور کچھ خواتین تو کہنیوں سے اوپر شانوں تک اپنے کھلے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ اسلام سے اپنی نسبت کا مذاق اڑا رہیں تھیں، تیسرا واقعہ بھی اسی سلسلے کا سنئے! وہ زیادہ پرانا نہیں ۱۹۷۹ سے ۸۴ء تک ہمارے ملک کے ایک نائب صدر جمہوریہ جسٹس ہدایت اللہ ہوا کرتے تھے جن کی نسبت اتفاق سے اسلام ہی کی طرف تھی۔ وہ ۱۹۶۹ء میں دو ماہ قائم مقام صدر جمہوریہ بھی رہے، اس کے علاوہ ۱۹۶۸ء سے ۷۰ء تک ملک کے سب سے بڑے قانونی عہدے یعنی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے منصب پر بھی فائز رہے، اسلام سے ان کی نفرت و وحشت کے تعلق سے اگر میں ان کی زندگی کے

کچھ واقعات بیان کروں تو آپ کہیں گے کہ شاید انھوں نے انتقال سے پہلے اپنے ان غیر اسلامی کاموں سے توبہ کر لی ہو، اس لیے میں ان کے آخری لمحے کا واقعہ سناتا ہوں، انھوں نے مرتے وقت وصیت کی کہ مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کے بجائے ہندوؤں کی رسم کے مطابق جلا دیا جائے، چنانچہ ان کی وصیت کے مطابق عمل کیا گیا۔

مذکورہ بالا واقعات میں موجود تینوں شخصیات کی ان حرکات وسکنات اور افعال واقوال پر ذرا ٹھنڈے دل سے غور کیجیے، تینوں کا تعلق اگر چہ الگ الگ مذاہب ہندوازم، سکھ ازم اور اسلام سے ہے، لیکن تینوں ہمارے اسی ملک کے باشندے اور یہاں کے سب سے بڑے منصب پر فائز رہ چکے ہیں، ایک طرف اول الذکر دونوں صدور ہند کا اپنے مذہب پر کس قدر اعتماد ہے! گیانی ذیل سنگھ ملک کے سب سے بڑے عہدے پر فائز رہنے کے باوجود اس بات کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں کہ ان کے متعلق یہ تاثر قائم ہو کہ ان کو سکھ مذہب سے کسی جرم کی پاداش میں خارج کر دیا گیا، اپنے مذہب سے اپنی وابستگی کو باقی رکھنے کے لیے وہ حقیر و ذلیل کام کرنے کے لیے بھی تیار ہوئے، چاہے دنیا والوں نے ان کی اس تصویر سے جو کچھ بھی تاثر لیا ہو، اسی طرح محترمہ پرتیبھا پاٹیل عہدہ صدارت پر برقراری کے لالچ میں کوئی ایسا کام کرنا نہیں چاہتیں جو آج کے ترقی یافتہ دور میں فیشن کے نام سے ایک سفارتی ضرورت ہے اور اس منصب سے میل کھانے والی بات ہے، اپنے سر سے لحہ بھر کے لیے دوپٹہ ہٹانا یا اپنی ہتھیلی یا پیر کے ٹخنوں تک کی نمائش ان کو قبول نہیں ، دوسری طرف جسٹس ہدایت اللہ ہیں جن کو اپنے مذہب سے جو اس کائنات کا سب سے برحق، معقول، منطقی، فطری اور عقلی مذہب ہے اپنی زندگی میں اس کی طرف نسبت پر ان کو نہ صرف عار ہے بلکہ مرنے کے بعد بھی مسلم قبرستان میں دفن ہو کر اس کی طرف منسوب ہونے پر وہ شرم محسوس کر رہے ہیں، دوسرے الفاظ میں آپ یوں کہیے کہ اول الذکر دونوں صدور کو اپنے مذہب پر کس قدر اعتماد ہے اور آخر الذکر کو کس قدر عار!

آخر اس کے کیا اسباب ہو سکتے ہیں۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں جب ہم ان تینوں واقعات کے پس پردہ موجود اسباب ومحرکات کا سنجیدگی سے تجزیہ کرتے ہیں تو ہمیں اس نتیجہ پر پہنچنے میں دیر نہیں لگتی کہ بچپن میں ان دونوں صدور کی مستحکم مذہبی تعلیم نے ان کا اپنے مذاہب پر اعتماد بحال رکھا اور آخر الذکر کو ان کی ابتدائی عمر میں اسلامی و دینی تعلیم دلانے میں ان کے والدین اور سرپرستوں کی کوتاہی نے اس عبرتناک انجام تک پہنچا دیا، ان سب کا خلاصہ یوں سامنے آیا کہ حق ہو یا باطل جب تک اس پر محنت نہیں ہوتی وہ اپنا اثر نہیں دکھاتا، باطل مذاہب پر جب محنت ہوئی تو اس کے اثرات ظاہر ہوئے اور حق پر توجہ نہیں دی گئی تو اس کا اثر ظاہر نہیں ہوا، دنیا میں اثرات ونتائج محنتوں پر مرتب ہوتے ہیں، جن والدین نے اپنے مذاہب پر اپنی اولاد کو باقی رکھنے کی کوششیں کیں اس کے نتائج سامنے آئے اور اسلام کے برحق ہونے کے باوجود والدین کی

طرف سے اس سلسلہ میں بے توجہی برتی گئی تو اس کے منفی اثرات سامنے آئے، آج ہم اپنے اردگرد معاشرے پر نظر دوڑائیں تو ہمارے پورے ملک یا صوبے ہی میں نہیں بلکہ ہمارے گاؤں اور آس پاس کے علاقوں میں ایسے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں ہدایت اللہ نظر آئیں گے جو اگرچہ مرنے کے بعد اپنے آپ کو جلانے کی وصیت تو نہیں کر رہے ہیں لیکن اسلام پر ان کا اعتماد ختم ہو چکا ہے، مومن اور مسلم کہلائے جانے کے باوجود اسلام سے متعلق اپنے تشکیکی افکار و خیالات اور غیر اسلامی نظریات کی وجہ سے چاہے دنیا والوں میں ان کا شمار مسلمانوں میں ہوتا ہو لیکن عنداللہ عملاً وہ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں، دنیا کی ترقیات سے مرعوب ہو کر وہ اسلامی قوانین و احکام میں لچک و نرمی کا مطالبہ کرنے اور اپنے کو سیکولر اور ملک کے وفادار و ہمدرد ثابت کرنے کے لیے غیر مسلم دانشوروں کے وہ نہ صرف شانہ بشانہ بلکہ بعض اوقات ان سے بھی دو قدم آگے نظر آتے ہیں، عیسائی مشنری اسکولوں میں اپنے بچوں کے زیر تعلیم ہونے پر وہ فخر محسوس کرتے ہیں اور ان کو اس بات کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ روزانہ ان اسکولوں کی صبح کی اسمبلیوں اور کلاسس میں ان کی زبانوں سے کفریہ اور شرکیہ کلمات ادا ہو رہے ہیں، کلچرل پروگراموں اور تفریح کے نام سے وہ ایسے پروگراموں کا حصہ بنتے ہیں جس میں ناچ گانوں اور نغمات و سرور ہی نہیں بلکہ غیر اسلامی حرکات و سکنات کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے، یہ تو خیر غیر اسلامی اور مشنری اسکولوں اور کالجوں کا حال ہے جہاں بڑی تعداد میں خود عیسائیوں سے زیادہ مسلم بچے اور بچیاں زیر تعلیم ہیں، خود اپنے مسلم مینجمنٹ اسکولوں کا یہ عالم ہے کہ اس کے ذمہ داروں کا وہاں زیر تعلیم مسلم طلباء کو دین پر باقی رکھنے کی فکر کرنا تو دور کی بات ان کو اسلام سے انکے اسکولوں کی نسبت پر بھی شرم محسوس ہوتی ہے اور خود عیسائیوں کی طرح ان کے اسکولوں کے نام بھی میری اور سینٹ سے شروع ہوتے ہیں تا کہ دور دور تک کسی کو ان کے اسکول کے مسلم اسکول ہونے کا شبہ نہ ہو، جہاں اپنی ضروریات سے فارغ ہونے کے لیے کھڑے ہو کر استنجاء کرنے کے پیشاب خانے، بالغ بچیوں کے ساتھ بچوں کی مخلوط تعلیم، اسکول کیمپس میں وقفہ تعلیم میں طلباء و طالبات کے گارڈنوں میں بیٹھ کر بے تکلف ہنسی مذاق کے بے حیا مناظر کو بھی وہ ثقافت اور کلچر کا حصہ سمجھتے ہیں ان سے اپنے اسکولوں میں اسلامی تعلیمات کی گنجائش نکالنے کی امید کیوں کر کی جاسکتی ہے!

پھر اس کا تدارک کیسے ہو

اب سوال یہ ہے کہ ہماری نئی نسل کو جو ۹۶ فیصد سے زیادہ عصری درسگاہوں میں زیر تعلیم ہے کیسے دنیاوی تعلیم کے ساتھ ان کو اسلام پر باقی رکھنے کی کوشش کی جاسکتی ہے؟ اور کیسے اسلام پر ان کے اعتماد کو بحال کیا جاسکتا ہے؟ اس کے لیے ہمیں عیسائی مشنریوں کے طرز عمل اور طریق کار سے سبق لینا چاہیے، عیسائی مشنریاں اپنے تبلیغی اور مشنری مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے تعلیم کے حوالے سے بڑے بڑے انجینئرنگ اور میڈیکل کالجس قائم کرنے پر اپنی توجہ مرکوز نہیں

کرتیں اس لیے کہ ان کو پتہ ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے ان مراحل میں طلباء کی ذہن سازی علم نفسیات کی روشنی میں ممکن ہی نہیں ،نیم پختہ ذہنوں کو اگر منصوبہ بندی کے ساتھ ابتدائی درجات سے بالخصوص ساتویں سے بارھویں تک کی تعلیم کے دوران اگر کسی فکر یا نظریہ پر موڑ دیا جائے تو آئندہ چل کر دنیا کے کسی بھی مرحلے میں ان طلباء کے ذہنوں میں قائم نظریات و افکار کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا، اسی لیے ان کا پورا زور صرف بارھویں تک کے عصری تعلیمی نظام کے قیام پر ہوتا ہے، چنانچہ آپ خود ہمارے ملک میں دیکھیں گے کہ خانگی اسکولوں میں عیسائی مشنریوں کا تناسب چالیس فیصد سے زیادہ ہے، جب کہ کالجس اور اعلیٰ تعلیم کے مراکز میں ان کا یہ تناسب دس فیصد بھی کم رہ جاتا ہے، ہمیں ان کی اس کامیاب حکمت عملی کو سامنے رکھتے ہوئے جو درحقیقت اسلامی حکمت عملی ہی ہے اس بات پر اب اپنی پوری توجہ مرکوز کرنی چاہیے کہ بارھویں تک چلنے والے ہمارے عصری تعلیمی مراکز خالص اسلامی ماحول میں قائم ہوں، جہاں عصری تعلیم تو سرکاری نصاب کے مطابق دی جائے لیکن اسی تعلیم کو خالص اسلامی ماحول میں تربیت اور ذہن سازی کے ساتھ اس طرح عملی جامہ پہنایا جائے کہ آگے چل کر ہماری نئی نسل نہ صرف اس ملک کے دوسرے اداروں بلکہ یورپ و امریکہ کی کسی بھی دانش گاہ میں جانے کے باوجود اپنی اس تربیت کی برکت سے اسلام و ایمان پر قائم رہنے میں کامیاب رہ سکے۔

ہمیں مسلم اسکولوں کی نہیں اسلامی اسکولوں کی ضرورت ہے

ادھر ہندوستان میں دس پندرہ سال کے دوران مسلمانوں کے تعلیمی تناسب میں تو تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور مسلم تعلیمی ادارے بڑی تعداد میں وجود میں آرہے ہیں، لیکن ان اداروں کے نظام تعلیم و تربیت کو دیکھتے ہوئے ان کو مسلم اسکولس و کالجس تو کہا جاسکتا ہے لیکن اسلامی اسکولس و کالجس کا نام نہیں دیا جاسکتا، جن اداروں کو مسلمان چلاتے ہیں ان کو مسلم ادارے اور اسلامی اصولوں کے مطابق جو عصری درسگاہیں چلتی ہیں اس کو اسلامی اسکول کہا جاتا ہے، ملت کو اس وقت ضرورت مسلم اسکولوں و درسگاہوں کی نہیں بلکہ اسلامی اور ایمانی تعلیم گاہوں کی ہے، مخلوط تعلیم سے گریز، کلچرل پروگراموں کے نام سے غیر اسلامی شعائر سے اجتناب، اسلام کی بنیادی تعلیمات کی نصاب میں شمولیت اور اسلامی بنیادوں پر بچوں کی ذہن سازی اور فکری تربیت کے ساتھ کیا آج ہم ہندوستان میں اعلیٰ معیار کی تعلیم گاہیں قائم نہیں کر سکتے؟ کیا دستور کی رو سے ہمارے لیے اس کی گنجائش نہیں؟ یقیناً کر سکتے ہیں، اس طرز پر اس فکر کے ساتھ کچھ غیرت مند مسلمانوں نے ملک کے طول و عرض میں اس کا کامیاب تجربہ کیا تو اس کے حیرت انگیز نتائج سامنے آئے اور ایسے اداروں کی مانگ میں نہ صرف تیزی سے اضافہ ہونے لگا بلکہ اپنے تعلیمی معیار کی بلندی اور دسویں و بارھویں کے سرکاری امتحانی نتائج میں ان اسلامی اسکولوں کے سرفہرست رہنے کی وجہ سے غیر مسلموں کی طرف سے بھی اپنے بچوں کو غیر فطری اور بے حیا ماحول سے محفوظ رکھنے کی ضرورت کے پیش نظر بڑی تعداد میں ان اسلامی اسکولوں میں داخلے

ہونے لگے۔

یہ بہت آسان اور قابل عمل منصوبہ ہے

اسکولوں کا قیام اس وقت ملک کے موجودہ حالات میں جتنا آسان، کم خرچ اور سہل ہے شاید ہی اس سے پہلے کبھی اتنا آسان تھا، تعلیم کی طرف عوام کے میلان نے غریب سے غریب شخص کو بھی اپنے بچے کو تعلیم یافتہ بنانے پر مجبور کر دیا ہے یعنی اسکولوں میں بچوں کی فراہمی اور معیار تعلیم کی شرط کے ساتھ بڑی سے بڑی فیس کی ادائیگی بھی اب کوئی مسئلہ نہیں ہے، آپ صرف ایک لاکھ کے سرمایہ سے اپنے خود کے اسکول کا آغاز کر سکتے ہیں، شہر کے کسی بھی حصے میں آپ ایک خوبصورت، کشادہ اور معیاری مکان کرایہ پر لیجیے اور بیس پچیس بچوں سے نرسری، ایل کے جی اور یو کے جی کے کلاس کا آغاز کر دیجیے، تین چار سو روپیہ ماہانہ بچوں سے لی جانے والی فیس سے ہی اساتذہ کی تنخواہ اور مکان و بجلی کا کرایہ بھی ادا ہو جائے گا، طلباء کے لیے خوبصورت یونیفارم، کھیل کود کے کچھ سامان، شروع میں ان کو گھروں سے لانے کے لیے کرایے کے آٹو رکشہ کا نظم، چھٹیوں میں ان کے لیے پکنک کا انتظام، ماہانہ سرپرستوں کی میٹنگ، وقفہ وقفہ سے بچوں کے اسلامی ثقافتی پروگرام وغیرہ کے ساتھ جب وقت کے ان تقاضوں کی روشنی میں اسلامی و شرعی حدود میں رہتے ہوئے آپ جب ایک سال مکمل کریں گے اور محلے و شہر کے لوگوں کے سامنے بچوں کی یہ کارکردگی آئے گی تو اگلے سال خود بخود آپ کے یہاں دس گنا بچوں کے والدین آپ کے اس اسلامی اسکول میں داخلے کے لیے ویٹنگ لسٹ میں نظر آئیں گے، یہاں تک کہ ایک دن وہ آئے گا کہ آپ کے ادارے کا شمار نہ صرف شہر کے بلکہ پورے ملک کے معیاری اور نامور، قابل تقلید تعلیمی مراکز میں ہوگا اور یہ سب اسلام سے آپ کے ادارہ کی نسبت کی برکت ہوگی، کیا لاکھوں روپے کے عطیات سے مسجدیں تعمیر کرنے والے، یتیم خانے بنوانے والے، غریبوں کی اجتماعی شادیاں کرانے والے، لوگوں کو حج پر بھیجنے والے ہمارے یہ اصحاب خیر دو چار لاکھ روپے کسی سال ملت کی اس اہم ترین ضرورت کے لیے مختص کر کے اس کا تجربہ نہیں کر سکتے؟ اگر آپ کے پاس اس طرح کے تعلیمی اداروں کے قیام کے لئے وقت یا تجربہ نہیں ہے تو کم از کم آپ سرمایہ تو فراہم کر دیجیے اور تعلیمی میدان سے تعلق رکھنے والے کسی دین پسند اپنے کسی رشتہ دار یا دوست کو اس کام میں لگا دیجیے، الحمدللہ گذشتہ چند سالوں میں ملک کے مختلف علاقوں میں اس کے کامیاب تجربے وجود میں آچکے ہیں، وہاں جا کر خود اس کا مشاہدہ کیجیے اور اسی کو بعینہ اپنے یہاں نافذ کرنے کی کوشش کیجیے، غیر شعوری اور غیر محسوس طریقے سے اسلام سے نکلنے والی فکری ارتداد میں مبتلا نئی نسل کو ایمان پر باقی رکھنے کی آپ کی یہ کوشش اس وقت کی ملت کی سب سے بڑی اور اہم ترین ضرورت ہے۔

ریحان اختر*

مذہبی آزادی۔ بقائے باہم کا ایک درخشاں اصول
(قرآن وسنت کے تناظر میں)

اسلام ایک استدلالی وعقلی اور مبرہن ومدلل مذہب ہے۔ جسے مالک الملک نے ایک اصول وضابطے کی شکل میں کائنات انسانی میں بسنے والے لوگوں کے لئے طے کر کے دنیا میں اتار دیا ہے۔ یہ انسان کے لئے زندگی کے تمام تر شعبہ جات میں اس کی مکمل رہنمائی کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا، اس کی تبلیغ ودعوت کے اصول حکمت ودانشمندی، وعظ و تلقین اور بحث ومباحثہ پر قائم ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ پر جو صحیفۂ ربانی نازل ہوا، اس نے سب سے پہلے عقلِ انسانی کو مخاطب کیا۔ اور غور وفکر، فہم وتدبر کی دعوت دی کہ اسلام اپنی کسی بھی تعلیم کو لوگوں پر زبردستی نہیں تھوپتا ہے۔ بلکہ وہ لوگوں کو غور وفکر کا موقع فراہم کرتا ہے۔ حق وباطل کے امتیاز کو واضح کرتا ہے۔ ضلالت وگمراہی اور نجات وفلاح کے راستے سے لوگوں کو روشناس کراتا ہے پھر یہ کہ جو مذہب اپنی ترویج واشاعت کے لئے دعوت وتبلیغ، ارشاد وتلقین کا راستہ اختیار کرنے اور سوچنے سمجھنے کا لوگوں سے مطالبہ کرتا ہو، تو پھر وہ بھلا کیوں کسی مذہب کے پیروکاروں کو جبر وکراہ کے ذریعہ اپنے مذہب میں داخل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اور زور وزبردستی کی تدبیر کو کام میں لائے گا۔ متعصبین اور معاندین اسلام اشاعت اسلام کو فتوحات اور ملکی محاربات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور یہ کہتے ہوئے ان کی زبان نہیں تھک رہی ہے کہ، اسلام کو بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے، معاندین اسلام کا دعوی ہے کہ اسلام نے اپنی ذاتی خوبیوں اور ذاتی محاسن سے لوگوں کو اپنا مطیع و فرمانبردار نہیں بنایا بلکہ اپنی طاقت وقوت سے جبر واکراہ کے ذریعہ دینِ اسلام کا قلادہ ان کی گردن میں ڈال دیا ہے اور اسی جبر واکراہ نے امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ رضا ورغبت کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ لیکن ہم تعلیمات اسلام کی روشنی میں اس قسم کی مسموم ذہنیت رکھنے والوں کے باطل خیالات کو پرکھ گیں، کہ قرآنی آیات اور تعلیمات نبویؐ میں مذہبی آزادی کے سلسلہ میں کیا احکام وتعلیمات موجود ہیں اور اسلام کے ماننے والے ان تعلیمات پر کتنا عمل پیرا ہوئے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کو طویل معرکہ ارائیوں سے سابقہ پڑا ہے۔ ان کے یہ محاربات جارحانہ ہوں یا مدافعانہ، فتوحاتِ ملکی کے لئے ہوں یا کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے، ان تمام محاربات وفتوحات کا مقصد اور حاصل یہ نہ تھا کہ کسی کو بزورِ شمشیر اور حکومت واقتدار کے بل بوتے پر مسلمان بنایا جائے اسلام نے تو صرف اور صرف اپنی خوبیوں اور محاسن سے عالم میں رسوخ ومقبولیت حاصل کی ہے۔ اس نے جس تیزی کے ساتھ اقوام وملل کے ذہن ودل کو مسخر کیا

---

* ریسرچ اسکالر، شعبۂ سنی دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

اوران کے خرمنِ دل میں اپنا نشیمن بنایا اس طرح کی نظیر دوسرے مذاہب میں دیکھنے کو نہیں ملتی ہے۔ اس دعوے کی صداقت میں کہ اسلام میں کوئی زور وزبردستی نہیں ہے، اس کو ثابت کرنے کے لئے شریعتِ اسلام کے اصول، رسول صلی اللہ وسلم کے اوصاف وخصائل اخلاق حمیدہ وطریقہ تعلیم اور پھر آپ کے بعد آپ کے صحابہ کا طرز عمل یہ ساری چیزیں تاریخ میں محفوظ ہیں۔ شریعتِ اسلام نے بہ زور وتخویف کسی کو مسلمان بنانے کی سخت ممانعت کی ہے قرآن کی مختلف آیات اس بات پر شاہد عدل ہیں۔

(۱) **لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت و یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لھا واللہ سمیع علیم.** (سورہ البقرۃ ۲۵۶)

ترجمہ- زبردستی نہیں ہے دین کے معاملہ میں بے شک جدا ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے اب جب کوئی نہ مانے گمراہ کرنے والوں کو اور یقین لائے اللہ پر تو اس نے پکڑ لیا حلقہ مضبوط جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سب کچھ جانتا اور سنتا ہے۔

(۲) **افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین.** (یونس ۹۹)

ترجمہ: کیا تو زبردستی کرے گا لوگوں پر کہ ہو جائیں باایمان

(۳) **ولا تسبو الذین یدعون من دون اللہ فلیسبو اللہ عدواً بغیر علم.** (الانعام ۱۰۸)

ترجمہ: اور تم لوگ برا نہ کہوان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا بس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ کو بے ادبی سے بغیر علم۔

(۴) **ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ ولایزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذالک خلقھم و تمت کلمۃ ربک لأ ملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین .** (ھود-۱۱۸-۱۱۹)

ترجمہ: اور اگر چاہتا تیرا رب کر ڈالتا لوگوں کو ایک راستہ پر اور ہمیشہ رہتے اختلاف میں مگر جن پر رحم کیا تیرے رب نے اور اس واسطے ان کو پیدا کیا اور پوری ہوئی بات تیرے رب کی کہ البتہ بھر دونگا دوزخ جنوں سے اور آدمیوں سے اکٹھے

(۵) **ولو شاء ربک لامن من فی الارض کلھم جمیعا .** (یونس ۹۹)

ترجمہ: اور اگر تیرا رب چاہتا بے شک ایمان لے آتے جتنے لوگ کہ زمین میں ہیں سارے۔

(۶) **ولو شاء اللہ ما اشرکوا.** (الانعام، ۱۰۷)

ترجمہ: اور اگر چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے۔

(۷) **ان نشأ ننزل علیھم من السماء ایۃ فظلت اعناقھم لھا خاضعین.** (الشعراء، ۴)

ترجمہ: اگر ہم چاہیں تو اتار دیں ان پر آسمان سے ایک نشانی پھر ہو جائیں ان کی گردنیں ان کے آگے نیچی۔

(۸) **انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء وھو اعلم بالمھتدین.** (القصص ۵۶)

ترجمہ: تو راہ پر نہیں لاتا جس کو چاہے یہ اللہ راہ پر لائے جس کو چاہے اور وہ بھی خوب جانتا ہے جو راہ پر آئینگے۔

(۹) **وما انت علیھم بجبار فذکر بالقران من یخاف وعید.** (ق ۴۵)

ترجمہ: تو نہیں ہے ان پر زور کرنے والا سو تو سمجھا قرآن سے اس کو جو ڈرے میرے ڈرانے سے۔

(۱۰) فذكر انما انت مذكر لست عليهم بمصيطر. (الغاشیہ ۲۱-۲۲)

ترجمہ: سو تو سمجھائے جا تیرا کام سمجھانا ہے تو نہیں ہے ان پر مسلط۔

یہ ہیں کچھ آیات قرآنی جن میں اللہ رب العزت نے انسانوں کو کس طرح سے آزادی واختیار میں آزاد چھوڑ دیا ہے۔ اور رد وقبول کے فیصلوں کو اس کے ہاتھوں سونپ دیا ہے۔ دین و مذاہب کے سلسلے میں بالکل آزاد ہیں۔ چاہے تو قبول کر کے اپنی دنیا وآخرت کو سنواریں، اور چاہے تو انجام بد کے لئے تیار ہو جائیں. کیونکہ دین کا کام زور زبردستی، طاقت وقوت اور جبر واکراہ اور حکومت واقتدار کا استعمال کر کے ناممکن ومحال ہے۔ اسی لئے تمام انبیاء ورسل کو اللہ نے پیغام رساں بنایا کہ صرف میرا پیغام حق ان تک پہنچا دو، تم پھر اپنے فرض منصبی سے آزاد ہو۔ تمہارا کام صرف پیغام رسانی کا ہے۔ وہ اپنے مذہبی رسم ورواج، دین ومذہب کے افعال واعمال کی ادائیگی میں قطعی طور کسی کے پابند نہیں ہیں حق وباطل کا فیصلہ تو ہم کریں گے۔

لا اكراه فى الدين کی تفسیر کرتے ہوئے مفسر قران مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں۔ ''اس اصل عظیم کا اعلان کی دین واعتقاد کے معاملے میں کسی طرح کا جبر واکراہ جائز نہیں۔ دین کی راہ دل کے اعتقاد ویقین کی راہ ہے۔ اور اعتقاد دعوت وموعظت سے پیدا ہو سکتا ہے نہ کہ جبر واکراہ سے۔ احکام جہاد کے بعد بھی یہ ذکر اسلئے کیا گیا تا کہ واضح ہو جائے کہ جنگ کی اجازت ظلم وتشدد کے انسداد کے لئے دی گئی ہے نہ کہ دین کی اشاعت کے لئے۔ دین کی اشاعت کے لئے دین کی اشاعت کا ذریعہ ایک ہی ہے اور وہ دعوت ہے۔ (مولانا ابوالکلام آزاد: ترجمان القرآن ص ۲۳۲ جلد دوم)

اس میں کچھ تردد شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ مسلمانوں نے اس حکم خداوندی اور عہد نامۂ رسول کی پاسداری ولحاظ کیا ہے، بلکہ ان احکامات ومعاہدات کے مطیع وفرمانبردار بن کر رہے اور ان کا پورا پورا حق ادا کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین نے مختلف اقوام وملل سے جو صلح نامہ کئے ان صلح ناموں میں ہمیں اسلام کی وسعت نظری کا اندازہ اور دریا دلی کا ثبوت ملتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ غیر اقوام کے لوگوں نے بھی اس چیز کو تسلم کیا ہے۔ کہ اسلام کس طرح سے غیر مذاہب کے لوگوں کا ادب واحترام محفوظ رکھتا ہے انھیں کس طرح سے مذہبی آزادی، معاشرتی و تجارتی آزادی کی چھوٹ دیتا ہے۔ بطور مثال کچھ معاہدات وصلح نامہ حوالۂ قرطاس کئے جاتے ہیں کہ اسلام کن خوبیوں کا حامل دین ہے۔ اہل نجران کی درخواست پر نبی ﷺ نے صلح نامہ انھیں لکھ کر دیا تھا اس کے الفاظ یہ تھے۔''

ولنجران و حاشيتهم جوار الله و ذمة محمد النبى صلى الله على انفسهم و ملتهم، وارضهم واموالهم و غائبهم و شاهدهم وغيرهم و بعثهم و امثلتهم لا يغير ما كانوا عليه ولا يغير حق من حقوقهم. (فتوح البلدان ص ۷۳) ترجمہ: نجران کے عیسائیوں اور ان کے ہمسایوں کے لئے پناہ اور اللہ کے رسول نبی محمد ﷺ کا ذمہ ہے۔ ان کے جانوں کے لئے۔ ان کے مذہب ان کی زمین، ان کے اموال، ان کے

حاضر و غائب، ان کے اونٹوں ان کے قاصدوں، اوران کے مذہبی نشانات سب کے لئے جس حالات پر وہ اب تک ہیں اسی پر بحال رہیں گے۔ ان کے حقوق میں سے کوئی حق اور نشانات میں سے کوئی نشان نہ بدلا جائے گا۔

حضرت عمر نے اہل بیت المقدس کو صلح نامہ لکھ کر دیا تھا اس کے الفاظ اس طرح ہیں۔

اعطاھم امانا لا نفسھم و اموالھم و لکنائسھم و صلبا نھم و سقیمھا و بریھا و سائر ملتھا انہ لا یسکن کنسائسھم و لا تھدی و لا ینتقص منھا و لا خیرھا و لا من صلبھم و لا من مثنی من اموالھم و لا یکرھون علی دینھم و لا یضارا حد عنھم. (تاریخ طبری فتح المقدس، ج۴، ص۱۵۹)

ترجمہ: انکو امان دی ان کی جان و مال اور انکے کنیسوں اور صلیبوں اور ان کے تندرستوں اور بیماروں کے لئے یہ امان ایلیا کی ساری ملت کے ہے۔ عہد کیا جاتا ہے کہ ان کے کنیسوں کو مسلمانوں کا مسکن نہ بنایا جائے گا اور نہ ہی ان کو منہدم کیا جائیگا۔ نہ انکے احاطوں اور ان کی عمارتوں میں کوئی کمی کی جائیگی۔ نہ ان کی صلیبوں اور ان کے اموال میں سے کسی چیز کو نقصان پہنچایا جائے گا ان پر دین کے معاملے میں کوئی جبر نہ کیا جائے گا اور نہ ہی ان میں سے کسی کو ضرر پہنچایا جائے گا۔

۱۴ھ میں فتح دمشق کا واقع پیش آیا حضرت خالد بن ولید نے اس موقع سے جو امان نامہ لکھ کر اہل دمشق کو دیا اس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔ **اعطاھم امانا علی انفسھم و اموالھم و کنائسھم و سور مدینتھم لا یھدم و لا یسکن شیٔ عن دورھم.** (فتوح البلدان ص ۱۲۷-۱۲۸)

ان کو امان دی ان کی جان و مال کے لئے اور ان کی کنسوں اور ان کے شہر کے فصیل کے لئے ان کے مکانات میں سے نہ کوئی توڑا جائے گا اور نہ ہی مسلمانوں کا مسکن بنایا جائے گا۔

حضرت خالد بن ولید نے اہل عانات کو صلح نامہ لکھ کر دیا تھا۔

لا یھدی لھم بیعة و لا کنیسة و علی ان بضربوا نواقیسھم فی ای ساعة شانوا من لیل اونھاراً لافی اوقات الصلاة و علی ان یخر جو الصلبان فی ایام عیدھم. (فتوح البلدان ص۸۶)

ان کا کوئی معبد اور کوئی گرجا گھر منہدم نہ کیا جائے گا رات دن میں جس وقت چاہیں اپنے ناقوس بجائیں مگر اوقات نماز کا احترام ملحوظ رکھیں ان کو حق ہوگا کہ اپنے ایام عید میں صلیب نکالیں۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں: ''حضرت عبداللہ بن عباس کا فتوی بھی اس لحاظ سے تھا کہ اس وقت تک مسلمان اور دوسری قومیں اچھی طرح ملی بھی نہیں تھیں۔ لیکن جب یہ حالت نہیں رہی۔ تو وہ فیصلہ بھی نہیں رہا۔ چنانچہ خاص اسلامی شہروں میں اکثریت کے ساتھ گرجا، بت خانے، آتش کدے بنے کہ ان کا شمار نہیں ہوسکتا۔ بغداد خاص مسلمانوں کا آباد کیا ہوا شہر ہے۔ وہاں کے گرجوں کے نام مجمع البلدان میں کثرت سے ملتے ہیں۔ قاہرہ میں جو گرجے بنے وہ مسلمانوں ہی کے عہد میں بنے۔ (رسائل شبلی)۔

اسلام قطعی طور پر دین کے سلسلہ میں جبر و اکراہ کو سرے سے خارج قرار دیتا ہے۔ اس لئے کہ اسلام ظاہری و

روایتی اسلام کا متمنی نہیں ہے بلکہ وہ لوگوں کے دلوں کو اپنی دعوت وتبلیغ کا نشیمن بنانا چاہتا ہے۔ وہ انسان کے خرمنِ دل کو نور ایمانی سے منور کرنا چاہتا ہے۔ کیسا اسلام اسے درکار ہے کیسے دین و مذہب کا متقاضی ہے سید ابوالاعلی مودودی لکھتے ہیں:

''اسلام کی دو حیثیت ہے ایک حیثیت میں وہ دنیا کے لئے اللہ کا قانون ہے۔ دوسری حیثیت میں وہ نیکی و تقوی کی جانب ایک دعوت اور پکار ہے۔ پہلی حیثیت کا منشاء دنیا میں امن قائم کرنا ہے اس کو ظالم وسرکش انسانوں کے ہاتھوں تباہ ہونے سے بچانا اور دنیا والوں کو اخلاق وانسانیت کے حدود کا پابند بنانا ہے۔ جس کے لئے قوت وطاقت کے استعمال کی ضرورت ہے لیکن دوسری حیثیت میں وہ قلوب کا تزکیہ کرنے والا ارواح کو پاک وصاف کرنے والا، حیوانی کثافتوں کو دور کر کے بنی آدم کو اعلیٰ درجہ کا انسان بنے والا ہے۔ جس کے لئے تلوار کی دھار نہیں بلکہ ہدایت کا نور، دست وپا کا انقیاد نہیں بلکہ دلوں کا جھکاؤ اور جسموں کی پابندی نہیں بلکہ روحوں کی اسیری درکار ہے۔ اگر کوئی شخص سر پر تلوار چمکتی ہوئی دیکھ کر لا الہ الا اللہ کہہ دے مگر اس کا دل بدستور ماسوی اللہ کا بتکدہ بنا رہے تو دل کی تصدیق کے بغیر یہ زبان کا اقرار کسی کام کا نہیں اسلام کے لئے اس کی حلقہ بگوشی قطعاً بیکار ہے۔ سید ابوالاعلی مودودی۔ (الجہاد فی الاسلام۔ ص ۱۶۵)

قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء وراشدین وسلاطین اسلام نے مذہبی آزادی کے بارے میں جس وسعتِ ظرفی کا مظاہرہ کیا اور جتنا دین و مذہب کے سلسلہ میں استغنا سے کام لیا اس کی مثال صرف اور صرف اسلام میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ دوسرے مذہب کی تعلیمات میں اور ان کے ماننے والوں میں مذہبی امور کو انجام دینے کی اس طرح کی آزادی دیکھنے کو نہیں ملتی ہے۔ مذہبی آزادی اسلام میں اس کے ثبوت کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے کوئی کمیٹی یا کوئی ادارہ قائم نہیں کیا گیا۔ سلطنت اسلامیہ نے کبھی اس طرف توجہ بھی نہ کی، سلطنتِ اسلامیہ یہودی ونصاریٰ اس آزادی کے ساتھ مذہبی امور کو ادا کرتے تھے جیسے مسلمان ان کو بھی ملتِ اسلامیہ میں وہی حقوق حاصل تھے جو خود مسلمانوں کو ان کے جانوں ومال کی وہی قدر وقیمت تھی جو ایک مسلمان کے جال ومال کی۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے اگر اس قسم کی تدبیریں کی جاتیں جو دوسرے ادیان ومذاہب کی ترویج واشاعت کے لئے ہوتی ہیں یا ہو رہی ہیں۔ تو بلاد اسلام میں کسی غیر مذہب یا اس کے ماننے والوں کا وجود بھی باقی نہ رہتا۔ اسلام کی ذاتی خوبیوں اور سادہ تعلیم کے ساتھ اگر سامان رضا ورغبت کو بھی جمع کر دیا جاتا تو کیا ایک بھی ایسا انسان باقی رہ جاتا جو اسلام کو قبول نہ کر لیتا۔ کیا جس طرح ''اندلس'' (اسپین) جیسا وسیع ملک جہاں کروڑوں مسلمان تھے پھر مسلمانوں سے خالی ہو گیا۔ روم، شام، عراق، ہندوسندھ، وغیرہ اور خود ''اندلس'' کا ہی حال پامال نہ ہوتا، تا آنکہ سوائے اسلام کے دوسرے مذاہب وادیان کا نام ونشان کتاب مذہب سے مٹ چکا ہوتا۔ لیکن ایسا ہرگز نہ ہوا۔

بہر حال اسلام نے مساوات اور مذہبی آزادی کے وہ فراخدل اصول وضابطے تیار کیے تھے کہ جن کی وجہ سے سلطنتِ اسلامیہ کے شباب کے زمانہ میں یہودی وعیسائی اور دوسرے مذاہب کے لوگ پہلو بہ پہلو رہتے اور بڑے بڑے عہدہ حاصل کرنے میں مسلمانوں سے مزاحمت کرتے تھے۔

جناب شفیق الدین فاروقی

دار العلوم کے شب و روز

دار العلوم کے نئے تعلیمی سال ۳۲-۱۴۳۱ھ ۱۱-۲۰۱۰ء کے داخلوں کا شیڈول

درس نظامی

درجات	ایام	تاریخ
تمام درجات کے قدیم طلباء (اعدادیہ تا دورہ حدیث)	ہفتہ	۹ رشوال بمطابق 18 ستمبر ۲۰۱۰ء
جدید دورہ حدیث	اتوار	۱۰ رشوال / 19 ستمبر ۲۰۱۰ء
جدید دورہ حدیث و موقوف علیہ	پیر	۱۱ رشوال 20 ستمبر ۲۰۱۰ء
تکمیل۔ سادسہ۔ خامسہ	منگل	۱۲ رشوال 21 ستمبر ۲۰۱۰ء
رابعہ۔ ثالثہ۔ ثانیہ	بدھ	۱۳ رشوال 22 ستمبر ۲۰۱۰ء **افتتاح**
اولی۔ متوسطہ۔ اعدادیہ	جمعرات	۱۴ رشوال 23 ستمبر ۲۰۱۰ء

شعبہ حفظ

درجہ حفظ میں داخلہ کے خواہشمند طلباء کی درخواستیں ۱۵ رمضان سے ۱۱ رشوال بمطابق ۲۰ ستمبر تک دفتر اہتمام میں جمع کی جائیں گی۔ حفظ کے خواہشمند طلباء کا ٹیسٹ اور انٹرویو وغیرہ ۱۲، ۱۳ شوال بمطابق ۲۱، ۲۲ ستمبر بروز منگل صبح 9:00 کو دار العلوم حقانیہ میں ہوگا۔ (امسال شعبہ حفظ کا داخلہ دار العلوم حقانیہ کی تعلیمی کمیٹی اور دار الحفظ کے اساتذہ کی مشترکہ نگرانی میں ہوگا)۔ صرف وہ امیدوار درخواست دیں جو قرآن ناظرہ سے پڑھ چکے ہوں۔ عمر ۱۳ سال سے متجاوز نہ ہو۔ دو پارے پہلے سے یاد کرنے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء و تخصص فی الحدیث

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتا و تخصص فی الحدیث کیلئے داخلہ درخواست ۱۰ رشوال 19 ستمبر دفتر اہتمام میں جمع کرائی جائیں گی اور ٹیسٹ ۱۱ شوال بمطابق 20 ستمبر بروز پیر صبح 9:00 بجے ہوگا

نوٹ: ۱ (۱) تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کا دورانیہ 2 سال ہوگا۔

نوٹ: ۲ امسال درجہ اعدادیہ سے لیکر بشمول درجہ سادسہ اسباق اردو میں بھی پڑھائے جائیں گے۔ لہذا

اردو زبان سمجھنے والے طلباء کرام داخلہ لے سکتے ہیں۔ درجہ متوسطہ میں وہ طلباء داخلہ لینگے جو کہ ساتویں جماعت پاس ہو۔ داخلہ کے خواہشمند طلباء کیلئے نادراشناختی کارڈ کا ہونا لازمی ہے اور جو نابالغ ہیں وہ اپنے والد صاحب کا نادراشناختی کارڈ لائیں

نوٹ: ۲ حسب سابق دارالعلوم حقانیہ کے کتب میں داخل شدہ طلباء میں جو طلباء قراۃ والتجوید میں داخلہ لیں گے، مقررہ اوقات میں قراۃ وتجوید پڑھایا جائے گا اور آخر میں کامیاب طلباء کو سند دی جائے گی۔

(دارالعلوم حقانیہ کے نئے تعلیمی سال کا باضابطہ آغاز ان شاءاللہ 22 ستمبر ۲۰۱۰ء بروز بدھ ہوگا)

دارالعلوم حقانیہ میں متاثرین سیلاب کیلئے امدادی کیمپ کی سرگرمیاں:

دارالعلوم حقانیہ نے حسب سابق ماضی کی شاندار روایات کو برقرار رکھتے ہوئے ملک وملت اور خصوصا اہل علاقہ پر ہر سخت مرحلے، آزمائش اور ابتلاء کے موقع پر اپنی بساط سے بڑھ کر ان کی ہر ممکن خدمت کی ہے۔ اس موجودہ سیلاب کی تباہ کاریوں کے موقع پر بھی دارالعلوم نے پہلے ہی دن اپنے تمام دروازے مسلمان بھائیوں کے لئے فوراً ہی کھول دیئے تھے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے فوراً لاؤڈ اسپیکر پر اعلان کرا کے ہزاروں افراد کے لئے ہنگامی قیام وطعام کا بندوبست توکلاً علی اللہ شروع کرادیا۔ چونکہ مدرسہ میں ان دنوں تعطیلات تھیں اسی لئے مدرسے کے باہر تیرہ ہاسٹلز اساتذہ کے کوارٹرز، مہمان خانے اور تمام درسگاہیں فوراً کھول دی گئیں۔ شہر میں خطرناک سیلاب کی وجہ سے بجلی، صاف پانی اور دیگر ضروریات زندگی بھی مکمل طور پر ناپید ہوگئی تھیں۔ لیکن الحمدللہ دارالعلوم نے جنریٹرز اور پینے کے صاف پانی کے بڑے ذخیرے کی وجہ سے متاثرین کو کوئی مشکلات پیش نہ آئیں۔ دوسرے دن ایک بڑے میڈیکل کیمپ کا آغاز بھی ہوگیا، جو تا حال جاری ہے۔ روزانہ سینکڑوں افراد کا مفت طبی معائنہ اور ادویات فراہم کی جارہی ہیں۔ اسکے ساتھ ساتھ اکوڑہ کے قریبی دیہاتوں میں بھی جامعہ حقانیہ نے میڈیکل کیمپس قائم کئے۔ اسکے علاوہ ہزاروں افراد کو دو وقت کا کھانا بھی فراہم کیا جارہا ہے۔ ساتھ ساتھ ملحقہ علاقوں میں خشک راشن وغیرہ بھی حتی المقدور دارالعلوم بھیج رہا ہے۔ گو کہ کئی چیزوں کی ضرورت اب بھی بہت شدید ہے۔ اہل خیر حضرات سے خصوصی گزارش ہے کہ وہ خود آکر پختونخوا اور اکوڑہ کے علاقے دیکھ سکتے ہیں کہ کس قدر بڑی تباہی و بربادی ہوئی ہے۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سالانہ امتحانات:

پورے ملک میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سالانہ امتحانات ختم ہونے کے بعد لاکھوں پرچوں کے معائنہ کا سلسلہ شروع ہے۔ وفاق المدارس کے مرکزی دفتر ملتان میں چونکہ جگہ کم پڑ گئی ہے۔ پانچ سو تک معائنہ کنندگان کا

پرچوں کا جانچنا ناممکن تھا۔ جس کے پیش نظر گزشتہ دو سال کی طرح امسال بھی دارالعلوم کراچی کے وسیع وعریض ادارہ میں مارکنگ کا افتتاح بیس جولائی کو وفاق المدارس کے صدر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سلیم اللہ خان مدظلہ کے خطاب سے ہوا۔ وفاق کے مرکزی نائب صدر حضرت مولانا محمد انوار الحق رکن امتحانی کمیٹی وفاق نے افتتاح کے موقع پر اور اس کے بعد ایک ہفتہ نگرانی کیلئے خود کراچی میں موجود رہے۔ ہر روز ممتحنین اعلیٰ اور امتحان کمیٹی کے ارکان انکے صدارت میں گزشتہ چوبیس گھنٹوں کی کارکردگی کا جائزہ لے کر اپنے مسائل پیش کرنے کے بعد ان پر فیصلے کئے جاتے۔

وفاق المدارس اور دارالعلوم کراچی نے حسب سابق سینکڑوں ممتحنین کی میزبانی کے اعلیٰ روایات کو برقرار رکھا۔

حضرت مہتمم صاحب کی بعض مصروفیات:

۱۱ر جولائی بروز اتوار مولانا مدظلہ نے اشرف روڈ پشاور شہر میں جمعیۃ علماء اسلام کے صوبائی دفتر کا افتتاح کارکنوں کی ایک بڑی تعداد سے خطاب کیا۔ ظہرانے میں شرکت کی اور اس کے بعد اہم میڈیا سے بھی بات چیت کی' اسی دن شام چار بجے ورسک روڈ پر گڑھی شیر داد حاجی نیاز خان صاحب نے اپنے ساتھیوں کی ایک بڑی تعداد سمیت جمعیۃ علماء اسلام میں خطاب فرمایا۔

18ر جولائی کو مولانا مدظلہ نے اٹک میں مولانا قاضی زاہد الحسینی مرحوم کے ادارہ جامعہ مدینہ میں ختم بخاری شریف کرایا اس موقع پر خواتین کے ختم کی وجہ سے سینکڑوں خواتین سے بھی پردہ میں خطاب کیا۔ مولانا زاہد الحسینی مرحوم کے صاحبزادگان قاضی ارشد الحسینی اور قاضی راشد وغیرہ نے مولانا کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا۔

19ر جولائی کو کرک میں فضلاء حقانیہ کی طرف سے منعقد کردہ جلسہ دستار بندی میں مہمان خصوصی کے طور پر شرکت کی اس موقع پر حقانیہ سے فارغ شدہ کرک' کوہاٹ کے ایک سو فضلاء کی دستار بندی کی گئی۔ ہزاروں علماء وطلباء نے شرکت دارالعلوم کے دیگر اکابر اساتذہ مولانا شیر علی شاہ' مولانا انوار الحق' مولانا نصیب خان' مولانا عبدالحلیم دیروی' مولانا یوسف شاہ وغیرہ کو بھی اجتماع میں شریک ہوئے۔ اس کے علاوہ کئی مدارس کے درستار دستار بندی کی تقریبات میں شرکت بھی کی۔

حضرت مولانا قاضی عبداللطیف کے بارہ میں تعزیتی ریفرنس:

28 جولائی کو پشاور کے شاہی باغ کے وسیع ہال میں بقیۃ السلف مولانا قاضی عبداللطیف کی یاد میں جمعیۃ علماء اسلام کی طرف سے تعزیتی ریفرنس منعقد ہوا۔ مولانا سمیع الحق مدظلہ اس کے مہمان خصوصی تھے' کئی مشاہیر اکا دانشوروں اور سیاسی رہنماؤں نے اس میں شریک ہو کر قاضی صاحب مرحوم کو خراج عقیدت پیش کیا۔

ادارہ

تعارف تبصرہ کتب

کتاب: منتخب لغات القرآن۔ مؤلف: مولانا محمد نسیم صاحب باربنکوی صفحات۔ ۵۵۲

قیمت: -/۳۰۰ روپے ناشر: دارالھدیٰ روم نمبر ۸ شاہ زیب ٹیرس نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی

قرآن مجید جو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے' رہتی دنیا تک ہدایت اور نور کا سرچشمہ ہے اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون کہہ کر اپنے ذمہ لیا۔ کفار ومشرکین کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود ڈیڑھ ہزار سال گزرنے کے بعد بھی اسمیں کسی قسم کی کمی وبیشی نہیں کی جاسکی اور نہ قیام ساعۃ تک ان شاء اللہ ہوسکے گا۔ اسلئے کہ اعلان خداوندی ہے: لایاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید جو کوئی دنیا کی اس عارضی اور فانی زندگی میں قرآن مجید سے جتنا نسبت اور تعلق قائم کرتا ہے۔ اتنا ہی اللہ تعالیٰ اسے مالا مال فرماتا ہے۔

قرآن حقیقت میں انسانیت کا دستور العمل اور نجات اخروی کا زینہ ہے۔ اس وقت ہم مسلمان بحیثیت قوم جس پستی اور ذلت کا شکار ہیں اس کا بنیادی سبب قرآن مجید سے انحراف ہے۔

ے ہم خوار ہوئے تارک قرآن ہوکر

قرآن مجید کی تلاوت کیساتھ ساتھ اس کے معانی اور احکام کی سمجھ بوجھ ایک مسلمان کے لئے ازحد ضروری ہے۔ یہ کتاب منتخب لغات القرآن بھی اس مقصد کے تحت تالیف کی گئی ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے استاذ مولانا مفتی محمد نسیم صاحب مدظلہ نے اردو دان طبقہ کے ہاتھوں میں یہ گراں سرمایہ زمانہ اور عمدہ کلید تھما کر بڑا احسان کیا۔

اللہ تعالیٰ موصوف کی اس خدمت کو قبولیت سے نوازے امین۔ قرآن کی خدمت خیر القرون سے اب تک برابر ہورہی ہے۔ قرآن کے عجائبات نہ ختم ہونے والے ہیں۔

کتاب ہذا میں قرآن مجید کے پہلے پندرہ پاروں کے لغات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ خصوصیات چند ایک ہیں:

۱۔ سورتوں اور آیتوں کی ترتیب کے اعتبار سے قرآنی کلمات کے معانی توضیح وتشریح آیت نمبر لگا کر کی گئی ہیں جس سے قاری کے لئے استفادہ نہایت آسان ہوگیا۔ ۲۔ لغوی اور صرفی تحقیق کرتے ہوئے افعال واسماء کے ابواب صیغوں واحد وجمع اور مادوں کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔ ۳۔ حسب ضرورت نحوی تراکیب ان تفسیری مباحث کا احاطہ کرنے کی کوششیں کی گئی ہے۔ ۴۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات مبارکہ سے بھی

کتاب کو مزین کیا گیا ہے۔ ۵۔ کتاب جابجا مستند اور معتبر کتابوں کے حوالوں کا بھی آئینہ دار ہے۔
قرآن فہمی کا ذوق رکھنے والے لوگوں کے لئے یہ کتاب ایک علمی سوغات ہے۔
بحیثیت مجموعی علماء و طلباء اور عوام سب کے لئے مفید ہے۔

کتاب: صرف پانچ منٹ کا مدرسہ (حصہ اول ودوئم) مؤلفین علماء دینیات سکول ممبئی ہند
کل صفحات: 823 قیمت: -/300 روپے ناشر: دارالھدیٰ روم نمبر ۸ شاہ زیب ٹیرس نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی

دنیاداری اور زر پرستی کے اس دور میں لوگ جس تیزی سے مغربی تہذیب کے چکاچوند میں ڈوب رہے ہیں اور دوسری طرف دین بیزار لوگ دین کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے ضائع جانے نہیں دے رہے ہیں ان حالات میں ہم مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہم اپنے دین سے وابستگی اور تہذیب محمدی ﷺ سے نسبت و تعلق مضبوط سے مضبوط تر بنائے۔

دین ہی ہماری کامیابیوں کا سرچشمہ ہے۔ جب تک اس رسی کو ہم مضبوطی سے نہیں تھامے گے اس وقت تک قعر مذلت سے نکلنا ناممکن ہے، مسلمانوں کے عروج وزوال کا بنیادی عنصر دین ہے مسلمان جب تک دین پر عمل پیرا فتح ونصرت بلندی اور عظمت انکے قدم چومتے رہیں پھر دین سے جب منہ موڑا گیا تو ناکامی پستی اور زوال ان کا مقدر بنا تھے۔ آج بھی ہماری کامیابی کے لئے یہی نسخہ کارگر ہے۔ اس کے علاوہ تمام کوششیں بے سود ہیں۔

زیر نظر کتاب ''صرف پانچ منٹ کا مدرسہ'' (قرآن ہدایت کی روشنی) مسلمانوں کا رشتہ دین اور خیر القرون سے جوڑنے کے لئے لکھی گئی ہے۔ جس میں دین کی ضروری اور بنیادی باتوں کو آسان انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں دس عنوانات کے تحت مختصر وقت میں دس قسم کی دین کی اہم وضروری باتیں قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر کی گئی ہیں۔

عنوانات میں سب سے پہلا نمبر اسلامی تاریخ کا رکھا گیا ہے تاکہ قاری کو معلوم ہو کہ انبیاء کرام علیہم السلام وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دین کے لئے کیسی کیسی قربانیاں دی۔ دوسرے نمبر پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشموں اور حضور ﷺ کے معجزات کا بیان ہیں۔ تیسرے، چوتھے اور پانچویں نمبروں پر فرائض، سنت نبوی ﷺ اور اعمال کے فضائل کو واضح کیا گیا ہے۔ گناہوں کے نقصانات، رب ذوالجلال سے حضور ﷺ کی دعائیں، فناء دنیا اور آخرت کی ابدی حیات کے واقعات، بیماریوں کا قرآن کریم اور طب نبوی ﷺ کی رو سے علاج۔ یہ سب آخری پانچ عنوانات ہیں۔

یہ کتاب کیا دریا بہ کوزہ والی بات ہے۔ حقیقتاً اسلامی معلومات، احکام ومسائل، تاریخ اور طب کا گنج گراں ہے۔ صد مبارک باد کے مستحق ہیں، وہ علماء دینیات اسکول ممبئی کے جنہوں نہایت عرق ریزی یہ کام مکمل کیا ہے۔ سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کے لئے یہ کتاب نہایت مفید ہے۔

مفتیان کرام، علماء، طلباء کے لیے دارالاشاعت کراچی کی علمی پیشکش

خلیفہ مجاز حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ و مہتمم جامعہ محمودیہ میرٹھ جناب مفتی محمد فاروق صاحب کی زیر نگرانی تکمیل پانے والا نسخہ

ترتیب جدید، دلائل کی تخریج، حوالہ جات کے اضافہ کے ساتھ

۳۱ جلدوں میں فتاویٰ محمودیہ مُدلّل و مُکمّل

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ مفتی اعظم ہند و دارالعلوم دیوبند

عمدہ کاغذ وطباعت، حسین خوبصورت جلدیں مع ڈسٹ کور، ایک کارٹن میں

فتاویٰ محمودیہ کی چند خصوصیات

- فتاویٰ میں میانہ روی کا اہتمام
- جواب سلیس اور عام فہم اردو میں دینے کا اہتمام
- سائل کے مقصد کو بغور سمجھنا اور جواب دینا اس میں تربیتی پہلو کو سامنے رکھنا
- تکفیر کے بارے میں نمایاں احتیاط
- سائل کو اس کی قابلیت کا لحاظ کر کے جواب دینا
- مبہم سوال کرنے پر معذرت، نیز جواب میں اختصار و جامعیت کا لحاظ رکھنا
- تحریر فرمودہ جوابات موجود اہلِ علم حضرات کو دکھانا
- کسی شخصیت کی رائے پر مرعوب نہ ہونا، دلائل کی روشنی میں حق اختیار فرمانا
- اپنی تحقیق پر رائے پختہ ہونے کے باوجود مضبوط دلائل ملنے پر رائے سے رجوع کر لینا
- حضرات متقدمین و متاخرین کی کتب و فتاویٰ پر گہری نظر کے سبب جواب کا تحقیقی و مدلّل ہونا

جدید ترتیب مکمل مدلل مع حوالہ جات کی چند خصوصیات

- ہر کتاب یا باب سے متعلق مسائل یکجا
- فقہی ترتیب کے مطابق ابواب و فصول میں رکھا جانا
- ایک استفتاء میں متعدد سوالات کے جوابات اور ان کو الگ ابواب میں شامل کرنا
- سابقہ ترتیب کے مقابلہ میں مسائل کا زیادہ مناسب باب میں ذکر کرنا
- صرف حوالۂ کتاب کی جگہ کتاب کی عبارت کو نقل کرنا
- ہر حوالے میں صرف صفحہ اور کتاب کے علاوہ فصل، مطلب و مطبع کا ذکر کرنا
- ضمناً آنے والے امور کے حوالے بھی نقل کرنا
- اصل جزئیہ کا نقل کرنا، نہ ملنے کی صورت میں قریب ترین عبارت کو شامل کرنا
- ہر مسئلہ کی دلیل کے لیے تین کتب کے حوالہ جات کا اہتمام
- قرآنی آیات و احادیث مبارکہ اور فارسی، عربی عبارتوں کا ترجمہ شامل کیا جانا
- کسی ضروری جگہ پر وضاحت اس طرح شامل کی گئی کہ اصل سے ممتاز رہے
- جہاں تکرار نظر آیا حذف کر دیا، بدلی ہوئی نوعیت کی صورت میں برقرار رکھا گیا
- سوال و عنوانات کو اس طرح مختصر کیا کہ سائل کا منشأ سوال فوت نہ ہو
- سوال نمبر ڈال دیئے اور سائل کے نام کو حذف کر دیا۔ الا ما شاء اللہ

ناشر: دارالاشاعت اردو بازار، ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان 92-21-32213768

E-mail: ishaat@cyber.net.pk, ishaat@pk.netsolir.com

عام قیمت -/12000 پیشگی نقد آرڈر آنے پر رعایتی قیمت مع اخراجات ڈاک / بلٹی -/6000

قرآن کریم، تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، سیرۃ، اصلاحی کتب اور کتب درسِ نظامی کی بارعایت خریداری اور تقسیم کے لیے رجوع فرمائیں

روح افزا اور کیا چاہیے!
SHARBAT
ROOH AFZA
REGD.
ہمدرد
Blitz DDB

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین جامعہ حقانیہ

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ	۵۳۶
۲۔	دعواتِ حق ۔ (مکمل دو جلد)	" " "	" " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات و عبدیت	" " "	" " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت و شہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملّی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	-
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاویٰ حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث و مفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۵۰
۱۸	نظام اکل و شرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	زین المحافل (شرح شمائل ترمذی) جلد دو	مولانا اصلاح الدین	" " " " "	۱۰۵۵
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	۱۰۰
۲۲	انوارِ حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰